تعمیرِ حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

آج یہ دنیا شکارگاہ بنی ہوئی ہے

(آج) یہ دنیا شکارگاہ بنی ہوئی ہے، شکاری نکلتے ہیں ہتھیار لے کر اور قوموں کا شکار کھیلتے چلے جاتے ہیں، آج جو بڑی طاقتیں ہیں ان کے نزدیک مشرقی اقوام کی قیمت، مسلم ممالک کی قیمت اتنی ہے کہ وہاں سے کچا مال (RAW MATERIAL) ان کو ملے۔ پٹرول ان کو پہونچتا رہے، اور اگر کوئی جنگ ہو تو یہ انکے ذریعہ سے اپنے دشمن کا مقابلہ کر سکیں، ان کو اپنا سپاہی بنا سکیں یہ گویا ایندھن ہیں، ان کے باورچی خانہ کا، بس اس کے سوا کوئی قیمت نہیں، آپ یقین مانئے ع

مرے دیکھے ہوئے ہیں مشرق و مغرب کے میخانے

جس کو اہل مغرب "بلادِ نامیہ" (ترقی پذیر ممالک) کہنے لگے ہیں۔ ورنہ پہلے تو پسماندہ کہتے تھے، پسماندہ اقوام کی قیمت ان کے نزدیک یہ ہے کہ ایک اچھا ایندھن ہے جب آگ جلانا چاہیں، جب یہ اپنا مطبخ گرم کرنا چاہیں تو یہ قومیں اور یہ ملک ایندھن مہیا کریں۔ وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ قوموں کی تقدیر ہمارے ہاتھ میں آئی ہے، انھوں نے انسانوں کے ساتھ جانوروں کا، بلکہ جمادات کا سلوک کر رکھا ہے، اور آج کوئی طاقت نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ سب اپنی طاقت اور اپنا جوہر کھو چکے ہیں، سب اپنا پیغام بھول چکے ہیں، سب اپنا کردار چھوڑ چکے ہیں۔ سب میدان سے کنارہ کش ہو چکے ہیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

(از: دعوت فکر و عمل)

۱۰ جون ۱۹۹۹ء | سالانہ ۱۳۰ روپے | فی شمارہ ۶ روپے

Regd No. LW/NP56
Fax No.: (0522)330020

FORTNIGHTLY

Principal off : 372336
Guest House : 323864

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)

آپ کی خدمت میں جدید دو رنگی

سونے چاندی کے زیورات کیلئے

ہمارا نیا شوروم

گہنہ پیلس

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خان

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

فون نمبر ۲۶۰۴۳۳

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ خوشبو دار عطریات، عمدہ و اعلیٰ قسم کے روغنیات و عرق کیوڑہ، عرق گلاب و دیگر عطریات کی ایک قابل اعتماد دوکان۔ ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

IZHAR AHMAD & SONS
Perfumers
CHOWK, LUCKNOW-3

SHOP. 255257
RES. 268898

خط و کتابت کا پتہ

اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس، چوک لکھنؤ

جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے۔

AUTO REFRCCTO METER AR.860

فوٹو فراکٹ، کوٹیڈ لینس، ہائی انڈیکس ریزی لینس، فینسی بارڈر و دھوپ کے چشموں کا خاص مقام۔

ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپٹیشین۔ اے۔ رحمٰن (علیگ)

شنکر جی کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج۔ اعظم گڑھ

کیپ کے اوپر AFZALS اور MAU CITY دیکھ کر خریدیئے

MAU CITY AFZALS

منو کا بنا

نورانی تیل

درد، زخم، چوٹ، کٹنے جلنے کی مشہور دوا

انڈین کیمیکل کمپنی، منوناتھ بھنجن (یوپی)

تعمیرِ حیات میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پندرہ روزہ

لکھنؤ

تعمیر حیات

مجلس صحافت ونشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر (۳۶)

شمارہ نمبر (۱۵)

۱۰ر جون ۱۹۹۹ء ـــــ مطابق ـــــ ۲۵ر صفر المظفر ۱۴۲۰ھ

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

مجلس ادارت

مولانا نذر الحفیظ ندوی — مولانا محمد خالد ندوی

مولانا عبد اللہ حسنی ندوی — ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

سرپرست — مولانا قاضی معین اللہ صاحب ندوی

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(نائب ناظم ندوۃ العلماء)

مولانا ڈاکٹر عبد اللہ عباس صاحب ندوی

(معتمد تعلیمات دار العلوم ندوۃ العلماء)

پروفیسر وصی احمد صدیقی (معتمد مالیات ندوۃ العلماء)

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ ۱۳۰/- روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

زر تعاون

سالانہ ـــــ ۱۳۰/- روپے

فی شمارہ ـــــ ۶/- روپے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک

ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک

بیرونی ممالک بحری ڈاک ۳۰ ڈالر

بحری ڈاک جملہ ۱۵ ڈالر

خط وکتابت کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس نمبر ۹۳

ندوۃ العلماء لکھنؤ ۲۲۶۰۰۷ یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

پریس سلفر شاہ حسین نے پارکو آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا

گذارش

خط وکتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام وپتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے (منیجر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم وتربیت میں افراد کے فرق ومزاج کا خیال فرماتے تھے

تحریر:۔ شیخ عبد الفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ:۔ شمس الحق ندوی

(۳)

امام ترمذی اور ابن ماجہؒ نے عبد اللہ ابن بسرؓ سے روایت کیا ہے کہ "ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول اسلام کے قوانین تو ہم کو بہت معلوم ہوتے ہیں، آپ مجھ کو کوئی ایسی چیز بتادیں جس کو میں پکڑ لوں آپ نے فرمایا: تمہاری زبان ذکر خداوندی سے برابر تر رہے"۔

مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے سفیان ابن عبد اللہ ثقفیؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول آپ اسلام کے بارے میں کوئی ایسی بات فرمائیے کہ آپ کے بعد کسی سے میں کسی اور سے سوال نہ کروں آپ نے فرمایا: قل ربی اللہ ثم استقم (تم کہو میرا رب اللہ ہے پھر اس پر جم جاؤ) (بہ الفاظ مسلم کے ہیں)؛ ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ ہم کو کوئی ایسی بات بتائیے جس کو میں مضبوطی سے پکڑ لوں، آپ نے فرمایا کہو میرا رب اللہ ہے، پھر اس پر جم جاؤ، پھر میں نے عرض کیا اللہ کے رسول آپ کو میرے بارے میں کس چیز کا زیادہ اندیشہ ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک کو پکڑا پھر فرمایا یہ وہ چیز ہے جس کا زیادہ اندیشہ رہتا ہے کہ وہ گناہ میں مبتلا کرے۔

ترمذی نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انھوں نے بیان کیا کہ "میں نے عرض کیا اللہ کے رسول! نجات کیونکر ممکن ہے؟ آپ نے فرمایا: اپنی زبان پر قابو رکھو! گھر کو اپنے لئے وسیع بناؤ! (یعنی لغو وبیکار مجلسوں میں شرکت کے بجائے گھر میں رہنے کو ترجیح دو) اپنی غلطیوں پر روتے رہو"۔

اس انداز کی دوسری اور حدیثیں بھی ہیں۔ جن میں آپ نے لوگوں کے الگ الگ حالات کی رعایت فرمائی سوال کرنے والوں کو ان کے حالات وضروریات کے مطابق نصیحت کی ہے۔

اسی طرح کے جوابات آپ نے سب سے افضل یا اللہ کو محبوب عمل کے سلسلہ میں لوگوں کے سوالات پر ان کے احوال کے اعتبار سے افضل عمل کو بتایا ہے، چنانچہ ہر سوال کرنے والے کو اس کے سوال کے وقت اس کے حالات وضروریات پر نظر رکھتے ہوئے جو کام افضل وضروری سمجھا اس کو بتایا۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ "ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اسلام کی سب سے اچھی بات کون سی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانا کھلاؤ، اور ہر ایک کو سلام کرو چاہے پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو"۔

امام بخاری ومسلم نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ "ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اس نے کہا: اسلامی عادات کو اپنانے کے اعتبار سے کون سا مسلمان اچھا ہے؟ آپ نے فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں"۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انھوں نے کہا کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان پھر سوال کیا گیا کہ اور اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد، پھر سوال کیا گیا کہ اور اس کے بعد؟ تو آپ نے فرمایا حج مبرور"۔

مسلم وبخاری نے عبد اللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا! سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ ایک دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا، میں نے عرض کیا اس کے بعد کون سا عمل بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا والدین کے ساتھ حسن سلوک، فرماتے ہیں کہ پھر میں نے عرض کیا اور اس کے بعد؟ تو آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد اس کے بعد میں نے اس خیال سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زحمت وتکلیف ہوگی مزید سوالات نہیں کئے۔

نہ اس میں گھاس اگتی ہے نہ اس میں پھول کھلتے ہیں
مگر اس سرزمیں سے آسماں بھی جھک کے ملتے ہیں

اِس شمارے میں

۱	درس حدیث	شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ	۲
۲	مسلم نوجوانوں میں دینی بیداری (اداریہ)	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۵
۳	علمائے حق	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۷
۴	زوال پذیر مغرب اور مستقبل اسلام	مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی	۱۱
۵	سامراجیت کا نیا فلسفہ	مولانا سید واضح رشید ندوی	۱۵
۶	فریضہ دعوت	مولانا سید محمد رابع حسنیؒ	۱۸
۷	تاریخی مکتوب	مولانا محمد یوسفؒ	۲۱
۸	اونچا خدا کا نام کر (نظم)	مولانا محمد ثانیؒ	۲۲
۹	سفرنامہ اردن وشام	پروفیسر محمد اجتبا ندوی	۲۳
۱۰	اسلام کا مستقبل روشن ہے	محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی	۲۵
۱۱	پٹنہ میں فقہی سیمینار	آفتاب عالم ندوی	۲۸
۱۲	مطالعہ کی میز پر	محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی	۲۹
۱۳	احسان خداوندی (نظم)	وصف الرحمٰن واصف نظامی	۳۰
۱۴	غافل اپنی خودی پہچان	مولانا اشرف علی تھانویؒ	۳۱

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی =/Rs. 15 کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ =/Rs. 30
۲۔ تعمیر حیات کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ =/Rs. 40
۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ	Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb. P.O. Box No. 842, Madina Munawwara (K.S.A.)
برطانیہ	Mr. M. AKRAM NADWI O.C.I.S., St. Cross College, Oxford Ox1 3TU-U.K.
ساؤتھ افریقہ	Mr. M. YAHYA SALLO NADWI Sb. P.O. Box 388, Vereninging, (S. Africa)
قطر	Mr. ABDUL HAI NADWI Sb. P.O. Box No. 10894, DOHA-QATAR
دبئی	Mr. QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb. P.O. Box No. 12525, DUBAI (U.A.E.)
پاکستان	Mr. ATAULLAH Sb. Sector A-50, Near sau Quater H No 109, Town Ship Kaurangi, KARACHI-31 (Pakistan)
امریکہ	Dr. A. M. SIDDQUI Sb. 98-Conklin Ave. Woodmere NEW YORK 11598 (U.S.A.)

اداریہ

(مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی)

مسلم نوجوانوں میں دینی بیداری ایک اچھی علامت

اب سے ۲۰ سال قبل جب پندرہویں صدی ہجری کا آغاز ہونے جارہا تھا دنیا میں مسلمانوں کی بیدار تعداد کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر متعدد دانشوروں نے یہ اظہار خیال کیا تھا کہ نئی صدی اسلامی صدی ہوگی یعنی اس میں اسلام کا خاص طور پر فروغ ہوگا اور مسلمانوں کی عزت وعظمت میں خصوصی اضافہ ہوگا۔ اس وقت کے حالات کو دیکھ کر کسی قدر اس بات کا اندازہ بھی ہوتا تھا کیونکہ اسلام کا تعارف کرانے والے اور ذرائع ابلاغ کے ذریعہ دعوتی کام کرنے والے جو اثر ڈال رہے تھے، اور اس کے نتیجہ میں جگہ جگہ اسلام کو لبیک کہنے کے واقعات پیش آرہے تھے، اور غیر مسلموں میں بھی تلاش حق کا جذبہ رکھنے والے ایسے متعدد افراد علم میں آرہے تھے جو اسلام کو سمجھنا چاہتے تھے، اور اسلام کے متعلق انھوں نے جو کچھ سنا تھا اس کی بنا پر وہ اسلام کے بارے میں اپنے حسن ظن کا وقتاً فوقتاً اظہار بھی کرتے تھے دوسری طرف دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ایک ارب سے متجاوز ہورہی تھی جو دنیا کی کل آبادی کی جو تھائی بنتی تھی، نیز مسلمان آزاد ملکوں کی تعداد بھی متحدہ اقوام کے کل ارکان ملکوں میں ایک چوتھائی تھی اور ان کو بڑھتی اور ابھرتی ہوئی قوم کی حیثیت سے دیکھا جانے لگا تھا۔

لیکن دوسری طرف بین الاقوامی سیاسی برادری میں اس کیفیت کو مسلمانوں کے پرشوکت وعظمت ماضی کے پس منظر میں دیکھنے کا رجحان پیدا ہونے لگا، اور اس کو اسلام کی ایسی احیائیت سمجھا جانے لگا جو دنیا کی لامذہبی تہذیب وتمدن کو چیلنج کرنے والی اور دنیا کے عمدانہ ونفس پرستانہ رجحان کے لئے خطرہ بننے والی ہے۔ اور یورپ کی قوموں نے اسلامیت کے بڑھتے ہوئے رجحان کو ایک خطرناک رجحان کی حیثیت سے دیکھنا شروع کردیا، اس کا یہ اثر ہوا کہ چند برسوں کے اندر جگہ جگہ اسلامیت کے رجحان پر قدغن لگائے جانے لگے اور اسلام کے حامیوں اور اس پر عمل کرنے والوں کو شک کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا اور دنیا کی بڑی طاقتوں نے تو اس کے روک کے لئے خاطر خواہ انتظامات شروع کردیئے، اور اسلامی قدروں اور آداب کی معمولی سے معمولی پابندی کو خطرہ کی نظر سے دیکھنا شروع کردیا اور یہ بات اتنی بڑھی کہ تدریجی حکومتوں نے اپنے زیر اثر مسلمان ممالک میں اسلامیت سے تعلق کے اظہار کو قابل گرفت عمل بنادیا۔ چنانچہ ان کے اثر سے اس رجحان کو روکنے کے لئے سیاسی وحکومتی دباؤ اور ذرائع ابلاغ کا اثر استعمال کیا جانے لگا۔ اور نوبت بعض ملکوں میں یہاں تک پہونچی کہ نمازوں کی باجماعت پابندی اور داڑھی رکھنے کا عمل بھی شک کی نظر سے دیکھا جانے لگا، اور عورت کا سر کو رومال سے ڈھکنا قابل تعزیر جرم سمجھا جانے لگا، غیر مسلمان ملکوں میں فرانس اور مسلمان ملکوں میں ترکی میں خاص طور پر اسی پر عمل کیا جارہا ہے۔

متعدد ملکوں میں اسلامی تعلیمات کا ذکر کرنا اور ان پر عمل کی دعوت دینا رجعت اور دہشت گردی کی علامت قرار دیا جاتا ہے، اور وقتاً فوقتاً اس جرم میں پکڑ دھکڑ بھی ہونے لگی ہے، چنانچہ متعدد ملکوں میں ہزاروں ہزار افراد اس پریشانی میں مبتلا ہیں۔

اس ربط کے نتیجہ میں اس صدی کی پہلی چوتھائی میں ہی یہ صورت حال بن گئی.... کہ اس صدی کو اسلامی صدی قرار دینا محل نظر معلوم ہونے لگا ہے۔

اس صدی سے قبل غیر مسلم ملکوں میں بھی اسلامی طور وطریق کو نشانہ بنا کر کارروائی نہیں ہوئی تھی اور اب غیر مسلم ملک تو بڑی چیز ہیں بعض اسلامی ملکوں میں بھی اسلام کی کھل کر وکالت قابل مواخذہ جرم سمجھا جانے لگا۔

لیکن اس سب کے باوجود خوش آئند بات یہ ہے کہ پہلے اسلامی حمیت اور دین کا شوق صرف بڑی عمر کے مسلمانوں میں پایا جاتا تھا اور نوجوان نسل اپنے کو اس سے الگ رکھتی تھی، اور اپنی عمر کے تقاضہ کے مطابق ہی دلچسپی رکھتی تھی اب یہ ایک بات پیدا ہوئی ہے کہ اسلام اور اسلامیات کی حمیت نوجوان نسل کے لوگوں میں بھی خاصی نظر آرہی ہے، بلکہ ان کی عمر کے تقاضہ کے مطابق جوش وہمت اور قربانی کے جذبات کے ساتھ ان میں یہ رجحان بڑھ رہا ہے اس لئے جہاں جہاں اسلامیت کو دبانے اور روکنے کا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے وہاں ایک مقابلہ اور ٹکراؤ کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو کہ زندگی کا ایک فطری عمل ہے اور زندگی کے باعزت بقا کے لئے اور حق بات کو اس کا حق دلانے کے لئے ضروری ہے۔

اسلام کے آغاز کی تاریخ دیکھی جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ اس کی دعوت وحمایت کے لئے جذبہ وہمت وقربانی میں نوجوانوں کا عنصر پیش پیش تھا۔

اور ایسے معاملات میں اسلام کا طریقہ ہر مذہب اور ہر دعوت سے مختلف رہا ہے، رسول اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے داعیوں کو یہ سکھایا ہے کہ اپنی بات زور دستی اور جبر سے نہیں بلکہ ہمدردی، خیر خواہی اور محبت سے پیش کریں، اور اس راہ میں اگر ان کے ساتھ سختی ہو تو اس کو آخرت میں حصول اجر کی خاطر گوارہ کریں، اور انصاف وحق پرستی کے ساتھ سختی کا مقابلہ کریں۔

یہی وجہ ہے کہ ان ساری کوششوں کے باوجود اسلامی رجحان اور مقام کو دبانے اور کچلنے کے لئے دنیا کے مختلف خطوں میں کی جارہی ہیں اسلام کی دعوت پھیل رہی ہے اور لوگ اس کو سمجھنا چاہتے ہیں اور اس کو جستہ جستہ قبول بھی کرتے ہیں، یہ بہت خوش آئند بات ہے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ سمجھنے کی بھی بات ہے کہ اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں تکلیف اٹھانا اور تکلیف کے باوجود حق کا پیغام صبر ورضا کے ساتھ پہونچانا اسلام کی قوت وترقی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

اسلام کو اس سے ہمیشہ ترقی ہوئی ہے اور آئندہ بھی اسی کا اندازہ اور توقع ہے اور کچھ مستبعد نہیں ہے کہ یہ صدی اسلامی صدی کہلائے۔

جو قرآن کے تیس پاروں میں چمکے

نعت

مجیب بستوی

کبھی آسماں کے ستاروں میں چمکے — زمیں کے کبھی ریگزاروں میں چمکے
مبارک مبارک دیاروں میں چمکے — مقدس مقدس مناروں میں چمکے
سکوں بن کے جو بیقراروں میں چمکے
جو قرآن کے تیس پاروں میں چمکے

مجھے مل گئی ہے انھیں کی غلامی — درودی نظر ہے تو دل ہے سلامی
وہ اخلاقِ عالی وہ عالی مقامی — دلآویز گفتار وہ خوش کلامی
جو طوفان بن کر کناروں میں چمکے
جو قرآن کے تیس پاروں میں چمکے

نہ پوچھو محبت مجھے ان سے کیوں ہے — نظر کو ہے آرام دل کو سکوں ہے
محبت ہے دیوانگی ہے جنوں ہے — نبی سے محبت ہے میری تو یوں ہے
سہارا نبے بے سہاروں میں چمکے
جو قرآن کے تیس پاروں میں چمکے

فضائے جہاں کو بدلنے کی خاطر — ہدایت کی راہوں میں چلنے کی خاطر
مشیت کے سائے میں پلنے کی خاطر — شریروں کے سر کو کچلنے کی خاطر
وہ پھولوں کے مانند خاروں میں چمکے
جو قرآن کے تیس پاروں میں چمکے

ابوبکرؓ وفاروقؓ وعثمانؓ وحیدرؓ — مجیب وہ تھے شمع ہدایت کے پیکر
مجلی، مقدس، مبارک، منور — حقیقت میں تھے ایک سے ایک بڑھ کر
ہمارے نبی چار یاروں میں چمکے
جو قرآن کے تیس پاروں میں چمکے

علمائے حق نے وراثت نبوت کا حق کس طرح ادا کیا

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

دین خالص

علمائے حق، حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے وارث وجانشین ہیں "العلماء ورثۃ الانبیاء" (صحیح بخاری) ان کی وراثت اور نیابت اسی وقت صحیح اور مکمل ہوگی، جب ان کی زندگی کا مقصد، اور ان کی کوششوں کا مرکز وہی ہوگا جو انبیاء کرام کا تھا، وہ مقصد زندگی اور وہ مرکز سعی وعمل کیا ہے؟ دو لفظوں میں "دین خالص" یا ایک لفظ میں "توحید" یعنی اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت، اور کامل اطاعت، جو تنہا اسی کا حق ہے، اس کو اپنی ذات سے عمل میں لانا، اور دوسروں میں اس کے لئے جد وجہد کرنا، "الا للہ الدین الخالص" "ویکون الدین للہ"۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۔ (انبیاء رکوع ۲)

اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس کو یہی حکم بھیجا کہ میرے سوا کسی کی بندگی نہیں، پس میری ہی بندگی کرو۔

دین خالص سے غفلت

دین الٰہی سے انحراف کا ایک عام سبب غفلت ہے، اللہ سے بے تعلقی اور اس کے احکام وفرائض کی طرف سے بے توجہی کا سبب ہمیشہ بغاوت وکفر ہی نہیں ہوتا، بلکہ اکثر اوقات دنیا پرستی اور مادیت ہوتی ہے، عزت وجاہ کا سودا، دولت کا عشق اور معاش میں سرتاپا انہماک آدمی کو معاد سے بالکل غافل کر دیتا ہے، مادیت کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ سر سے نجات کا خیال، رضائے الٰہی کے حصول کا شوق اور اس کے عذاب کا خوف دل سے بالکل نکل جاتا ہے، اور کھانے پینے اور پہننے کے سوا دنیا میں کوئی فکر باقی نہیں رہتی، خدا سے غافل لوگوں کی صحبت اور گناہوں اور عیش میں انہماک دل کو ایسا مردہ کر دیتا ہے کہ دینی اور اخلاقی حس باطل ہو جاتی ہے، نیک وبد اور حلال وحرام کی تمیز جاتی رہتی ہے، ایسے غافل اپنے اخلاق واعمال، سیرت وکردار، معاشرت وآداب اور وضع وصورت میں کافروں، اور اللہ کے باغیوں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں رہتے، شراب کے بے تکلف دور چلتے ہیں، منہیات ومحرمات کا آزادی سے ارتکاب کیا جاتا ہے، جرائم اور فسق وفجور میں نئی نئی ایجادات کی جاتی ہیں اور ان میں ایسی ذہانت اور ہنرمندی کا اظہار کیا جاتا ہے کہ پرانی امتیں ان کے سامنے مات ہو جاتی ہیں، شرع ودین کی کوئی حرمت باقی نہیں رہتی، ایسی خدا فراموشی اور خود فراموشی طاری ہو جاتی ہے کہ بھول کر بھی خدا یاد نہیں آتا اور اپنا بھی حقیقی ہوش نہیں رہتا۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ

ان لوگوں کی طرح نہ ہو جنھوں نے اللہ کو بھلا دیا، اللہ نے ان کو خود فراموش بنا دیا (حشر ع ۳)

یہی وہ لوگ ہیں جن کا حال اللہ نے اس آیت میں بیان کیا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ۔ (یونس ع ۱)

بے شک جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پر مگن اور مطمئن ہیں اور جو لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔

نتیجۃً وعملاً ایسے غفلت شعار اور آخرت فراموش، منکرین آخرت، اور اللہ ورسول سے بغاوت کرنے والوں سے ممتاز نہیں ہوتے، پیغمبروں کی دعوت کے لئے ان کا وجود بھی اسی قدر بے سود اور بعض اوقات سنگ راہ ہوتا ہے، جس طرح مکذبین ومنکرین کا، اور بعض اوقات یہ مدعیان اسلام اسلام کے خلاف حجت اور تبلیغ اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں، پھر اس سے زیادہ بدبختی کی بات یہ ہوتی ہے، کہ یہ غافلین یا منافقین اپنی کثرت یا دنیاوی لیاقت یا کوششوں بلکہ محض دولت سے مسلمانوں کی مسند حکومت پر قابض ہو جاتے ہیں اور مسلمانوں کی امامت ان کے ہاتھ میں آجاتی ہے یا مسلمانوں کی زندگی میں اتنا رسوخ اور اثر پیدا کر لیتے ہیں، کہ ان کے اخلاق واعمال عوام کے لئے نمونہ بن جاتے ہیں اور ان کی غفلت اور وقعت دل ودماغ میں جاگزیں ہو جاتی ہے، اس وقت ان "اکابرین مجرمین" کی وجہ سے غفلت وخدا فراموشی اور غیر اسلامی زندگی کا ایسا دور دورہ ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کی عملداری

میں جاہلیت کی حکومت قائم ہوجاتی ہے اور بعض اوقات اس طرز زندگی کو کچھ زیادہ مدت گزر جاتی ہے، تو اسی کا نام اسلامی تہذیب و تمدن پڑجاتا ہے، جس کی مخالفت غیر اسلامی تمدن سے زیادہ مشکل ہوتی ہے۔

ان تمام حالات میں پیغمبروں کے جانشینوں کو کام کرنا پڑتا ہے، شاید انسانوں کی کوئی جماعت اتنی مشغول، اور فرائض و ذمہ داریوں سے اتنی گراں بار نہیں، جتنی ناٹبان رسولؐ اور علماء و مصلحین اسلام کی جماعت ہے، جسمانی امراض کے طبیبوں کو بھی کبھی آرام اور فرصت کا موقع میسر آجاتا ہوگا، لیکن ان اطباء روح کے لئے کوئی موسم اعتدال و صحت کا نہیں، بہت سی جماعتیں ایسی ہیں کہ جب ان کی اپنی حکومت قائم ہوجاتی ہے تو ان کی جدوجہد ختم ہوجاتی ہے اور ان کا مقصود حاصل ہوجاتا ہے، لیکن علماء حق اور "قَوّٰمِیْنَ لِلّٰہِ شُہَدَآءَ بِالْقِسْطِ" (اللہ کی طرف سے منتظم اور انصاف کے گواہ) جماعت کا کام بعض مرتبہ مسلمانوں کی حکومت میں ختم ہونے کے بجائے کچھ بڑھ ہی جاتا ہے، کچھ چیزیں ہیں جو حکومت و طاقت اور دولت و فراغت ہی کے زمانہ میں پیدا ہوتی ہیں، اور علماء اسلام ہی کا فرض ہوتا ہے کہ ان کی نگرانی کریں، وہ اپنے فریضۂ احتساب، نگرانی، اخلاق اور دینی رہنمائی کے منصب سے سبکدوش نہیں ہوتے، اس وقت بھی ان کا جہاد، اور ان کی جدوجہد جاری رہتی ہے، کہیں مسلمانوں کی مرفہ زندگی پر روک ٹوک کررہے ہیں، کہیں سامان عیش و غفلت پر ان کی طرف سے قدغن ہے کہیں چوری کی شراب کو گرفتار کیا ہے اور اس کو انڈیل رہے ہیں، کہیں باجوں اور موسیقی کے آلات کو توڑ رہے ہیں، کہیں مردوں کے لئے ریشم کے لباس اور سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال پر جیں بجبیں ہیں، کہیں بے حجابی اور مردوں و عورتوں کے آزادانہ اختلاط پر معترض ہیں، کہیں حماموں کی بے قاعدگیوں اور بداخلاقیوں کے خلاف آواز بلند کررہے ہیں، کہیں اپنے زمانہ کے خلاف اخلاق اور خلاف شرع باتوں اور عادتوں کے خلاف وعظ کہہ رہے ہیں، کہیں غیر مسلموں اور غیبیوں کے عادات و خصوصیات اختیار کرنے پر ان کی طرف سے مخالفت ہے، کبھی مسجدوں کے صحن اور مدرسوں کے ایوانوں میں حدیث کا درس دے رہے ہیں اور "قال اللہ اور قال الرسولؐ" کی صدا بلند کررہے ہیں، کبھی خانقاہوں میں یا اپنے گھروں یا مسجدوں میں بیٹھے ہوئے دلوں کا زنگ دور کررہے ہیں، اللہ کی محبت و طاعت کا شوق پیدا کررہے ہیں، امراض قلب حسد، آکبر، حرص و دنیا اور دوسری نفسانی اور روحانی امراض کا علاج کررہے ہیں، کبھی منبر پر کھڑے ہوئے جہاد کا شوق دلا رہے ہیں اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت یا اسلامی فتوحات کے لئے آمادہ کررہے ہیں، پوری اسلامی تاریخ میں آپ کو زندہ اور ربانی علماء جو حکومت وقت کے دامن سے وابستہ نہیں تھے یا حقیر جھگڑوں میں مشغول نہیں تھے، انھیں مشاغل میں منہمک نظر آئیں گے اور مسلمانوں کا کوئی دور حکومت ان علمائے حق اور ان کی جدوجہد سے خالی نہیں رہا۔

بنی امیہ کا دور مسلمانوں کا شاہانہ عہد ہے، بظاہر مسلمانوں کو تمام کاموں سے فرصت ہوگئی ہے، مگر علماء کو فرصت نہیں، حضرت حسن بصریؒ کی مجلس وعظ گرم ہے، جس میں اپنے زمانہ کے منکرات و بدعات کے خلاف تقریر ہورہی ہے، اپنے زمانہ کی معاشرت، نظام اور اہل حکومت کی بے دینی پر تنقید ہے، نفاق کی علامات، اور منافقین کے اوصاف وسیع پیرایہ میں بیان ہورہے ہیں اور موجودہ زندگی پر ان کو منطبق کیا جارہا ہے، خشیت الٰہی اور آخرت کا بیان ہے، جس سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گئی ہیں اور روتے روتے حاضرین کی ہچکیاں بندھ گئی ہیں، سورۂ فرقان کے آخری رکوع "وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا" کی تفسیر ہورہی ہے، اور صحابہ کرامؓ کے چشم دید حالات اور واقعات اس طرح بیان کئے جارہے ہیں کہ اس مبارک دور کی تصویر کھینچ گئی ہے، اور صحابہؓ چلتے پھرتے نظر آرہے ہیں، لوگ مجلس سے توبہ کرکے اٹھتے ہیں۔ اور سیکڑوں آدمیوں کی اصلاح حال ہورہی ہے۔

بنی عباس کا دور ہے اور امام احمد بن حنبلؒ شاہ وقت کے ذوق و رجحان اور مسلک کے خلاف مذہب اعتزال کی صاف صاف تردید کررہے ہیں، اور بدعات کا رد، اور سنت کا اعلان کرتے ہیں۔ علم کلام اور فلسفہ کے بڑھتے ہوئے رجحان کے مقابلہ میں، خالص سنت اور عقائد سلف کی تبلیغ فرمارہے ہیں، اور یہ سب اس جرأت و اطمینان کے ساتھ کہ گویا مامون و معتصم کی حکومت نہیں ہے بلکہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت ہے۔

بغداد اپنے اوج پر، اور بغداد کی تہذیب، دولت اور بے فکری اور آزادی عروج پر ہے، ہر طرف عیش و غفلت کا سمندر رواں ہے کرخ و رصافہ کے میدانوں میں اور مسجدوں کے سامنے میلے لگے ہوئے ہیں، بازاروں میں بڑی چہل پہل ہے، لیکن سیکڑوں آدمی، ان تمام دل چسپیوں اور تفریحات سے آنکھ بند کئے، ایک طرف چلے جارہے ہیں، آج جمعہ کا دن ہے، محدث ابن جوزیؒ کا وعظ ہے، وعظ

ہورہا ہے، سیکڑوں آدمی تائب، اور بیسیوں غیر مسلم مسلمان ہورہے ہیں، لوگ خلاف شرع امور سے توبہ کررہے ہیں۔

ایک طرف اسی پرشور اور ہنگامہ زدہ بغداد میں نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا درس، وعظ اور روحانی فیض جاری ہے، جس سے عرب و عجم کے لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں، بڑے بڑے امراء اور شہزادے اپنے عیش و دولت کو خیرباد کہہ کر زہد و فقر کی زندگی اختیار کرتے ہیں، بڑے بڑے سرکش اور نشۂ دولت میں مخمور تائب ہوتے ہیں، خلافت عباسی کے عین دارالخلافہ میں، اور خلیفہ بغداد کی حکومت کے بالکل مقابل اس درویش کی روحانی اور دینی حکومت قائم ہے، جس کا سکہ عرب و عجم پر رواں ہے۔

بعد کے تمام عہدوں میں، اور حکومت اسلامی کے تمام اطراف و اکناف میں، سلاطین و امراء کے بالمقابل اور تمام دوسری دلچسپیوں دعوتوں اور تحریکوں اور مشاغل کے ساتھ علمائے حق کی یہ کوششیں اور ان کے مرکز، مساجد، مدارس، خانقاہیں، مجالس وعظ باضابطہ اور بے ضابطہ احتساب جاری رہا۔

علمائے حق کا یہی بدقسمت یا خوش قسمت گروہ ہے جس کو مسلمان بادشاہوں اور ان کے کارکنان حکومت کے ہاتھوں (جبکہ دوسروں کو سیم و زر کی تھیلیاں اور عہدوں کے پروانے ملتے تھے) دار و رسن اور تازیانے کے انعامات ملے، اسی گروہ کے کتنے افراد کو، ایک مسلمان حاکم (حجاج) کے ہاتھوں شہادت کا سرخ خلعت ملا، پھر اسی گروہ کے ایک مقتدر فرد (حضرت امام ابوحنیفہؒ) کو امیرالمؤمنین منصور عباسی کے ہاتھوں زہر کا جام نوش کرنا پڑا، پھر اسی گروہ کے دوسرے امام (حضرت امام احمد بن حنبلؒ) کو سب سے بڑے روشن خیال مسلمان بادشاہ (مامون) کے زمانہ میں، پابجولان اور اسیر زندان ہونا پڑا، اور اس کے جانشین (معتصم) کے ہاتھوں تازیانے کھانے پڑے۔

آخر زمانہ میں بھی کیسے کیسے عادل و دادگر مسلمان فرمانرواؤں کے ہاتھوں کیسے کیسے جلیل القدر علماء پر بیداد ہوئی، جہانگیر کی زنجیر عدل مشہور ہے، مگر حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کے پاؤں میں بھی زنجیر پڑی، اور ان کو اپنے اظہار حق کے صلہ میں گوالیار کے قلعہ میں محبوس ہونا پڑا۔

ان کارناموں اور خدمات کے علاوہ (جو حاملین دین اور محافظین شریعت کے فرائض منصبی ہیں) جن کو ہم اس حیثیت سے دفاعی کہہ سکتے ہیں، کہ وہ شرک و کفر، بدعت اور غفلت کے مقابلہ میں اسلام کی حفاظت کی کوششیں ہیں اور دین کی مسلسل جدوجہد ہے، جو قیامت تک جاری رہے گی۔

لایزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق لایضرھم من خذلھم۔ (او کما قال) الجھاد ماض الی یوم القیامۃ

میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر اعلانیہ قائم رہے گا، کسی کے مدد نہ کرنے سے اس کو کچھ نقصان نہ پہنچے گا جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔

لیکن ان کے علاوہ دو اور خدمتیں ہیں، جو ہر زمانہ کے علماء کے ذمہ ہیں، اور علماء ربانی ان کو انجام دیتے رہے ہیں۔

۱۔ اسلامی فتوحات سے کمتر اور مبلغین، صلحاء و صوفیہ اور بعض مسلمانوں کے اخلاق اور محبت کے اثر سے بیشتر مسلمانوں کے مفتوحہ ممالک میں لاکھوں آدمیوں نے اسلام قبول کیا، اور پوری پوری برادریاں اور بڑے بڑے خاندان اسلام میں داخل ہوگئے، لیکن ان کی تعلیم و تربیت کا کوئی انتظام نہ کیا جاسکا، اور ان پر اسلام کی تعلیمات کا کوئی اثر نہ پڑ سکا، یا اگر ان پر کوئی اثر پڑا تو ان کے بعد کی نسلوں میں یہ اثر باقی نہ رہ سکا، اور رفتہ رفتہ اس کے سوا ان کو کچھ یاد نہ رہا کہ ہمارے باپ دادا مسلمان تھے اور انھوں نے کسی زمانہ میں اسلام قبول کیا تھا اور سوائے اسلامی نام اور کلمہ طیبہ کے الفاظ کے ان کے پاس اسلام کا کوئی نشان باقی نہ رہا، کچھ دنوں کی، اور بے توجہی کے بعد اسلامی نام بھی باقی نہ رہے اور کلمہ طیبہ بھی سیکڑوں میں سے چند کے سوا کسی کو یاد نہ رہا، مگر اپنے مسلمان ہونے کا اعتراف باقی رہا، پھر وہ بھی مٹنے لگا اور اس وقت باقاعدہ ان کا ارتداد عمل میں آنے لگا۔

ہندوستان جیسے ملک میں جہاں خاص حلقہ کے باہر اسلام کی بنیاد ہمیشہ کمزور رہی اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں، تقریباً ہر بڑے شہر سے کچھ فاصلہ پر اور ہندوستان کے تمام اطراف میں لاکھوں کی تعداد میں ایسی مسلمان قومیں اور برادریاں موجود ہیں، جن کو اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہا، دیہاتوں کی بڑی مسلمان آبادی ایسی ہے جو نئے سرے سے تبلیغ اسلام کی محتاج ہے، ان میں سے بکثرت ایسے "مسلمان" ہیں، جو ہنوز عہد جاہلیت میں ہیں، اور ان کو بعثت نبویؐ کی خبر بھی نہیں، وہ اسلام سے اتنے بے خبر ہیں، جتنے دیہاتوں کے غیر مسلم، فرائض و احکام اسلام کا ذکر چھوڑ کر بعض بڑے شہروں کے اطراف و نواح میں ایسے مسلمان ملتے ہیں، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی سے بھی واقف نہیں۔

بعض علمائے ربانی نے اپنے زمانہ میں، ان علاقوں اور دیہاتی رقبوں کی طرف توجہ کی

اور بعض مسلمان قوموں اور برادریوں کو از سرِ نو مسلمان بنایا، ان میں تبلیغی دورے کئے، وعظ و نصیحت، اختلاط، آمد و رفت اور اپنے اخلاق و لطیف قلب سے ان کے دل مٹھی میں لئے، ان کو مرید کرکے ان کو توحید اور اتباعِ سنت کے راستہ پر لگایا، شرک و بدعت سے تائب کیا، جاہلانہ رسمیں، غیر مسلموں کی وضع و صورت، اور کفر و جاہلیت کے شعار چھڑائے، ان میں اخلاق و انسانیت پیدا کی، پابند فرائض اور خوش اوقات بنایا، علم کا شوق دلایا، اور تعلیم کو رائج کیا، اور ان میں سے لائق افراد کو چھانٹ کر اور اپنے پاس رکھ کر ان کی تربیت و تعلیم کی، پھر ان سے اپنی قوم اور دوسری جماعتوں کی تبلیغ و اصلاح کا کام لیا، یہ تبلیغی کام، جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے طریقِ کار ہے، سب سے زیادہ ظاہری مشابہت رکھتے ہیں، ان کے دوسرے کارناموں کے مقابلہ میں کسی طرح کم اہم نہیں۔

۲۔ قرآن و حدیث اسلام کی طاقت کا اصلی سرچشمہ ہیں جن سے ہمیشہ طاقت اور روشنی حاصل کی جاسکتی ہے اور جن کے ذریعہ سے ہر زمانہ میں مسلمانوں کے کمزور سے کمزور ڈھانچہ میں روح پھونکی جاسکتی ہے، شرک و کفر و بدعت و غفلت کے خلاف سب سے کارگر حربہ، قرآن و حدیث کا علم اور ان کی اشاعت ہے، ان کا صحیح علم اور ان کی روشنی جس قدر پھیلتی جائے گی، کفر و جہالت کی تاریکیاں دور ہوتی جائیں گی اس لئے ہزار تبلیغوں کی ایک تبلیغ ان کی نشر و اشاعت ہے۔

انبیاء کرام کی بڑی خصوصیت ان کی ہم آہنگی اور یک آہنگی ہے یعنی وہ سب ایک بات کہتے ہیں، اور ایک ہی بات کہتے رہتے ہیں، وہ کیا؟

یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ۔ (ہود ع ۸)

اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو تمہارا معبود اس کے سوا کوئی نہیں۔

ان کے جانشینوں کی بھی یہی خصوصیت ہوتی ہے کہ ان کی تمام کوششوں اور ان کی زندگی کے متنوع مشاغل کا ہدف بھی ایک ہوتا ہے وہ "دعوت الی اللہ" ہے درس و تدریس، وعظ و تقریر، تبلیغ و تذکیر، تصنیف و تالیف، سلوک و تصوف، بیعت و ارشاد، سب سے، غرض خلقِ خدا کو اللہ کی طرف بلانا، اللہ سے ملانا، اور اللہ ہی کا بنانا ہوتا ہے، ان کے مشاغل متنوع، اور مختلف ہوسکتے ہیں، مگر سب کا مرکز اور مقصد ایک ہوتا ہے، وہ سب کچھ کہتے ہیں مگر درحقیقت ایک ہی بات کہتے ہیں، اور بار بار کہتے ہیں۔

فطرت کا سرد و گرم ازلی اس کے شب و روز
آہنگ میں یکتا، صفت سورۂ رحمان

حضرت نوح علیہ السلام کی طرح وہ بھی ان شاغل اور مختلف طریق تبلیغ کی طرف اشارہ کرکے کہتے ہیں:

رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا۔
اے رب میں بلاتا رہا اپنی قوم کو رات اور دن۔ (نوح ع ۱)

ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا۔ (نوح ع ۱)
پھر میں نے ان کو بلایا برملا۔

ثُمَّ اِنِّیْ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا۔ (نوح ع ۱)
پھر میں نے ان کو کھول کر اور چھپ کر کہا، چپکے۔

یہ وعظ، یہ درس، اور یہ انفرادی و اجتماعی کوششیں، یہ ظاہر و مخفی تدبیریں، یہ تذکیر و تزکیہ اور یہ توجہات اور انفاس قدسیہ (سب دین کی دعوت و تبلیغ کے) اعلان و اسرار ہی کی شکلیں ہیں۔

آپ ہی ہیں رحمۃ للعالمین

فاضل عثمانی

آپ ہی ہیں نازشِ علم و یقیں
آپ ہی ہیں تابشِ دنیا و دیں
آپ سے روشن نبوت کی جبیں
آپ ہی ہیں رحمۃ للعالمین

زہدِ عیسیٰ علیہ السلام عفت مریم علیہا السلام ہیں آپ
موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا دم خم ہیں آپ
حسنِ یوسف علیہ السلام سطوتِ آدم علیہ السلام ہیں آپ
آپ ہی ہیں رحمۃ للعالمین

فکرِ ابراہیم علیہ السلام سے ہیں مالا مال
ان میں اسمٰعیل علیہ السلام کے ہیں خدوخال
حسنِ کنعاں کی طرح ہیں بے مثال
آپ ہی ہیں رحمۃ للعالمین

ہوگئے اور الیاس علیہ السلام کی رفعت ہیں آپ
گریۂ یعقوب علیہ السلام کی عظمت ہیں آپ
حد تو یہ ہے آئینۂ رحمت ہیں آپ
آپ ہی ہیں رحمۃ للعالمین

خون کے پیاسوں کو عطا کیں خلعتیں
پست و درماندہ کو بخشیں رفعتیں
چھائیں ہر جانب خدا کی رحمتیں
آپ ہی ہیں رحمۃ للعالمین

آپ ہی کی یاد ہے دل کا سکوں
آپ ہی کا ذکر ہے میرا جنوں
اب کہوں فاضل تو آگے کیا کہوں
آپ ہی ہیں رحمۃ للعالمین

کتب برائے تبصرہ

تبصرہ کے لئے براہ کرم کتاب کے دو نسخے ارسال کریں ہر صرف ایک کتاب بھیجنے کی صورت میں تبصرہ شائع نہیں کیا جائے گا۔ اور نہ ہی کتاب واپس کرنے کی ذمہ داری ادارہ پر ہوگی (ادارہ)

زوال پذیر مغرب اور مستقبل اسلام

چہ نسبت خاک را با عالم پاک؟؟

تحریر: مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی ——— ترجمہ: محمد اسجد

اخلاق و کردار۔ انسانیت و شرافت کمالات انسانی بلند پایہ اخلاقی قدریں: یہ وہ بنیادی عناوین ہیں جن سے محرومی اور تہی دامانی آج کے مغرب کی سب سے بڑی پہچان اور اس کا سب سے بڑا المیہ ہے، مغرب کج فکری بے راہ روی اور پریشان خیالی کے جس منحوس اور تیرہ و تار دور سے گزر رہا ہے اس نے اس کے شعور کو اس درجہ مردہ و بے جان کر دیا ہے کہ اسے یہ احساس ہی نہیں ہے کہ وہ کیا کچھ کر رہا ہے اور اس کارکردگی کے انتہائی حیرتناک تیزی سے برآمد ہونے والے نامسعود نتائج کیا گل کھلا رہے ہیں؟ مغرب نے مختلف النوع سائنسی تجربات کے ساتھ ہی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنی دشمنانہ مشکوک پالیسیوں کو نافذ کرنے کی کارروائی انجام دی پھر اسی پر بس نہیں بلکہ۔

ہم آہنگ فطرت و خلقت اور باعث سعادت حیات اسلامی تعلیمات و تہذیب کو مسخ کرنے اور اس کی تصویر کو بگاڑنے کی کوششوں میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

خلافت عثمانیہ کا سقوط و زوال بھی اصلاً انھیں مجرمانہ سرگرمیوں و کارکردگیوں کا ثمرہ تھا۔ جو اہل مغرب نے متحد ہو کر تہذیب اسلامی کے صاف و شفاف چشموں کو خشک کرنے اور اس وسیع و عریض دنیا کے کسی بھی خطہ میں اسلامی حکومت کے قیام کے خواب و تمنا کو بے برگ و بار کرنے کے ناپاک عزائم کے ساتھ انجام دیا تھا۔ مذہب کو حکومت سے الگ کرنے اور عبادت و سیاست کا باہمی رشتہ توڑنے کا مغربی نعرہ اصلاً وہ ہتھیار اور ذریعہ تھا۔ جسے مغربی قائدین اور لیڈروں نے محض اس لئے استعمال کیا تاکہ وہ اسلامی عقیدہ کو اس کے اصلی مفہوم اور تصور سے الگ کر ڈالیں یہی وہ تصور ہے جو زندگی اور کائنات اور انسان سب کو ایک دوسرے سے مربوط کرتا ہے اور پوری انسانیت کے لئے سلامتی، سعادت اور امن و سکون کی ضمانت دیتا ہے اور نہایت راست اور پرامن راہِ عمل دکھاتا ہے۔ اس حقیقت سے کوئی مفر نہیں کہ ان مغربی قائدین کو جدید و قدیم ہر زمانہ میں فرزندان اسلام کی ایک ایسی ٹیم تیار کرنے میں کامیابی میسر آئی جو مغربی تعلیم گاہوں اور اداروں کے ایسے ماحول و فضا میں مقیم تھے۔ جہاں صلیبی عداوت و بغض کی بدبو سے پوری فضا متعفن و آلودہ تھی، چنانچہ سب سے پہلے مغربی مربیوں نے مختلف انداز و طریقوں سے اسلامی شریعت کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے اور ان کو ذہنوں میں پیوست کرنے کا کام انجام دیا۔ اس کے لئے انھوں نے کبھی علمی اسلوب اپنا لیا اور کبھی تہذیبی، کبھی فلسفیانہ اور عقلی طریقہ کار اختیار کیا۔ اور اس منصوبہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اس فن کے ماہرین سے رابطہ قائم کیا جنھوں نے بے انتہا حکمت عملی سے اپنے یہاں زیر تعلیم مسلم نوجوانوں کی ذہنیت و نفسانیت کو بدلنے اور ان کا رُخ موڑنے کے لئے بڑی جد و جہد اور کاوشیں صرف کیں تاکہ یہ مسلم نوجوان اپنے اپنے علاقوں میں اسلام دشمن، حاسد و کینہ پرور اساتذہ کے نمائندے اور ایجنٹ بن کر لوٹیں۔

یہ عملی پالیسی کسی فوری اور محدود ضرورت کے پیش نظر یا ہنگامی صورت حال میں مکمل نہ ہوئی، بلکہ اس پالیسی میں تدبیر و منصوبہ بندی کا وافر حصہ صرف ہوا اور انھوں نے اس کو مضبوط و قابل عمل بنانے کی راہ میں ہر طرح کی مشقتیں نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کیں گویا یہ پالیسی بڑی عرق ریزی اور کاوشوں کے بعد اپنی مکمل شکل میں نمودار ہوئی۔ اور پھر اسی کا نتیجہ تھا کہ یہ منصوبے اسلام کو ناقابل عمل مذہب قرار دینے کے مشن میں زبردست کامیابی سے ہمکنار ہوئے، اس مشن میں عیسائی مبلغین اور مستشرقین کے بروٗدہ گروپ شانہ بشانہ شریک رہے اور ایک دوسرے کا ہر طرح تعاون کرتے رہے، یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے پیغام اسلامی کے دوام و آفاقیت، اس کے رواں دواں علمی کارواں کے قدم بہ قدم مترلیں طے کرنے اور اس فکری و نظریاتی حصار کے اردگرد شکوک و شبہات پیدا کرنے میں روز و شب ایک کر دیئے،

اور نئی پود اور مسلم نوجوانوں کی عقلوں کو نشانہ بنانے اور راسخ العقیدہ مسلمانوں کو چیلنج کرنے کی ہر ممکن کوشش میں مصروف رہے اور اپنی ساری توانائیاں صرف کرتے رہے،

واقعہ یہ ہے کہ اس قدر زور و شور سے جاری یہ سرگرمیاں اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ اسلام اور تہذیبِ اسلامی کے ان کینہ پرور حاسدوں کے دلوں میں اسلام کے دینِ فطرت ہونے، اس کے تمام نفسیاتی و جسمانی ضروریات اور تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ ہونے اور اس کے سامانِ سیرابیٔ روح و دل ہونے کا پورا یقین جاگزیں ہے، ورنہ پھر وہ شعائرِ اسلام کو منہدم کرنے، ان کی صورت کو مسخ کرنے اور مغربی رہنماؤں کے لئے وفاداری اور محبت اور اسلامی مبلغین و داعیان کے لئے کینہ و حسد اور بغض کے مخفی جذبات رکھنے والی مسلم نوجوانوں کی ٹیم تیار کرنے کے لئے اس طرح کی شاطرانہ چالیں نہ چلتے، یہ وہ شدید بغض و عداوت ہے جس کا اشارہ قرآن کریم میں ملتا ہے۔ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ۔ کہ ان کی زبانوں سے شدت عداوت ظاہر ہو چکی ہے۔ لیکن ان کے دلوں میں جو دشمنی چھپی ہوئی ہے وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔

اقتصادی، سماجی اور سیاسی میدانوں میں مغرب کے مادی نظریات روز بروز ماند پڑتے جا رہے ہیں۔ ان کے تہذیبی فلسفے مائل بہ زوال و انحطاط ہیں، ڈارونی، فرائڈی اور مارکسی نظریات کا بطلان ثابت ہو چکا ہے۔ اور ان میں کسی بھی نقطہ پر تہذیب کے بقاء کا جواز ہی باقی نہ رہا۔ چہ جائیکہ اس پر عمل اور اسے معاشرہ پر نافذ کرنے کا مسئلہ درپیش ہو۔ اسی وجہ سے مغرب کو بڑھتے خطرناک بحران و کشمکش کا سامنا ہے اور اس کا وہ رعب و دبدبہ رفتہ رفتہ ختم ہوتا جا رہا ہے جو اس کے زیر اثر علاقوں میں بسنے والے باشندوں پر تھا۔ فکر آج کی امریکی اور یہودی طریقہ کار میں بہت صاف طریقہ پر نمایاں منظر آتی ہے، اسلامی ممالک کی زرخیز زمین کے مسائل و جامد معدنی خزانوں پر امریکہ اور مغرب کی رال ٹپک رہی ہے اور لالچ بھری نظروں سے وہ اسے بڑی بے صبری سے دیکھ رہے ہیں، دیدہ دلیری اس درجہ کو پہنچ چکی ہے کہ مغرب عالم اسلام کی قسمت کا فیصلہ کر رہا ہے۔ عالم اسلام کی ایجادات و مصنوعات پر بلا استحقاق قبضہ جما رہا ہے مسلمانوں اور اسلامی اقلیتوں کے ساتھ اس طرح کی غیر قانونی کارروائیاں دراصل اس اخلاقی زوال اور انسانی قدروں سے تہی دامانی کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں جن سے دشمنانِ اسلام دوچار ہیں اور انھیں ظالمانہ کارکردگیوں ہی نے امریکہ کو عالمِ نو کا سپر پاور مالک بنا دیا ہے۔

اسلام دشمنی کی اس تیز و تند آندھی میں اللہ کے بہت سے ایسے ہدایت یافتہ معتز بندے بھی ہیں جو اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ فلسفوں تہذیبوں اور نظریات کے اس بحرِ بیکراں میں تنہا اسلام ہی انسان کے لئے سفینۂ نجات و ہدایت ہے۔ تمام مادہ پرستانہ اور فکری کشمکشوں سے انسانیت کو صرف اسلام بچا سکتا ہے، اور اسلام ہی وہ دستورِ زندگی ہے جو روح کو ایمان و عمل کی غذا سے شاد کام کرتا ہے، اپنے پیروؤں میں حقیقت کی اسپرٹ بیدار کرتا ہے۔ اور انھیں دنیا و آخرت کے حسنات، روح و مادہ اور وسائل و مقاصد سب میں پورے توازن و اعتدال کے ساتھ جامعیت کا سبق دیتا ہے جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے ——

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ۔

لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جن کی دعا یہ ہوتی ہے کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں کامیابی عطا فرما حالانکہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے اور کچھ ایسے ہیں جن کی دعا یہ ہوتی ہے کہ ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی کامیابی عطا فرما اور آخرت میں بھی اور دوزخ کے عذاب سے بچا یہی لوگ ہیں جنہیں ان کے کئے کا حصہ ملتا ہے اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

تاریخ انسانیت میں یہ پہلا موقع تھا جب اسلام نے عالمی طور پر ایمان کی بنیاد پر بھائی چارگی، ہر کلمہ گو کی خیر خواہی انفرادی مصلحتوں و مفقعتوں پر اجتماعی مصالح و منافع کی ترجیح کا زریں اصول سکھایا جبکہ دیگر مادی تہذیبیں افراد و معاشرہ کے لئے جھوٹے اور غلط معیار قائم کرتی ہیں اور طاقت و کمزوری رنگ و نسل، زبان و وطن کی تفریق کے کھوکھلے نعرے لگا کر نوعِ انسانی میں انتشار و امتیاز کی راہیں ہموار کرتی ہیں۔ یہی وہ تہذیبیں ہیں جو عصبیت اور نسل پرستی کے جذبات کو فروغ دیتی ہیں اور ہر حال میں طاقت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا سبق سکھاتی ہیں خواہ وہ طاقت کیسی ہی ہو اور اس کی حقیقت کتنی ہی کمزور کیوں نہ ہو لیکن اسلام ہی وہ معتدل و راست مذہب اور زندۂ جاوید و لافانی دستورِ حیات ہے جو انسان کو ایمان و عملِ صالح کے ذریعہ اس کے خالق و پروردگار سے جوڑتا ہے اور انسانوں کو اخوت و انسانیت کے اٹوٹ رشتہ میں باندھتا ہے اس کے نزدیک کمال و برتری کا معیار صرف خوفِ الٰہی اور خشیتِ ربانی ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ تم میں سب سے معزز اللہ کی بارگاہ میں وہی ہے جو زیادہ اللہ سے ڈرتا ہو۔ جیسا کہ حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی الا بالتقوی کلکم من آدم و آدم خلق من تراب کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی برتری نہیں ہے، معیارِ کمال تقویٰ ہے، تم سب آدم کے فرزند ہو اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں، پھر رسولؐ نے قومی و خاندانی عصبیت اور رنگ و نسل پرستی کے بارے میں فرمایا۔ دعوها فإنها منتنة۔ کہ یہ عصبیت ختم کرو کیونکہ یہ بدبودار ہے۔

دشمنانِ اسلام کا یہ بے بنیاد الزام بھی بڑے شد و مد سے اٹھا کہ اسلام علم جدید اور ٹکنالوجی کا بڑا سخت مخالف ہے لیکن اصحاب بصیرت و واقف کار حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ اسلام ایمان کی پختگی اور علم کی گہرائی دونوں صفات کا جامع ہے اور کائنات کی نشانیوں آسمان و زمین کی تخلیق اور روز و شب کی گردش میں غور و فکر کرنے کی صدا لگاتا ہے۔ کیونکہ کائنات کی ان نشانیوں میں اللہ کی وحدانیت اور کبریائی کے عظیم مظاہر ہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ اسلام ہی روئے زمین پر نافذ ہونے والا پہلا وہ مذہب ہے جس نے علم کی زمانہ روائی قائم کی اور اسے ہر نوع کی سربلندی و خوش بختی کا مرکز قرار دیا۔ اسلام ہی نے نبوت کی بنیاد علم پر رکھی چنانچہ اپنے آخری رسول کو حکم دیا۔۔۔۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔ پڑھئے اپنے پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا، اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھئے اور آپ کا رب معزز ہے جس نے قلم سے سکھایا انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔ اسی طرح اسلام نے خلافتِ ارضی کا مدار و استحقاق علم پر رکھا چنانچہ فرمایا۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ اور اس نے آدم کو سارے نام سکھا دیئے۔ پھر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ اگر تم سچے ہو تو مجھے ان لوگوں کے ناموں سے آگاہ کرو۔

اسلام کا سنجیدگی و توجہ سے مطالعہ کرنے والے ایک انصاف پسند مغربی فلسفی کا کہنا ہے کہ: —— "مغرب میں تہذیب و تمدن کا آغاز اٹلی سے یونان و روم کے موروثی سرمایہ کی بدولت نہیں۔ بلکہ اس کا آغاز اسپین سے عرب کی اسلامی ثقافت و علوم کی شعاع روشن ہونے کی وجہ سے ہوا، لیکن مغربی تہذیب نے عرب کے اسلامی علوم سے صرف سائنسی وسائل اور طریقے اور ٹکنالوجی ہی اخذ کی اور اس عقیدہ کو چھوڑ دیا جو ان تمام علمی سرگرمیوں کا محور تھا۔ اور اس کا مرکزی نقطہ رضائے الٰہی تھا۔ تاکہ علم انسانیت کی مستقل طور پر ہمیشہ خدمت کرتا رہے۔

تحریک اخوان کے قائد و مجاہد امام حسن البناء شہید رحمہ اللہ نے جن اسلامی تعلیمات کی طرف لوگوں کو آواز دی اور انھیں ہر جگہ اور ہر زمانہ و

دموقعہ پر مسلمان کا بنیادی عقیدہ سمجھا ان کے تشریح میں بہت دل کو لگنے والی اور آب زر سے لکھے جانے کے قابل بات کہی ہے ۔ وہ یہ کہ۔ "اسلامی تعلیمات کا منبع واساس کتابِ الٰہی اور سنتِ نبوی ہیں۔ اگر امت ان کو مضبوطی سے تھامے رہے تو وہ کبھی گم گشتۂ راہ و منزل نہ ہو سکے گی اور اسلام سے جڑ کر اس کے رنگ میں رنگ جانے والے بہت سے علوم و نظریات ایسے ہیں جو اصلاً اپنے موجودہ زمانوں اور معاصر جماعتوں کے قالب میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اسلامی احکام و تعلیمات کامل و مکمل ہیں وہ دنیا و آخرت دونوں سے متعلق تمام معاملات پر حاوی ہیں جو لوگ ان تعلیمات کو عبادت در روحانیت ہی کے محدود پہلوؤں کے ساتھ خاص مانتے ہیں وہ سخت غلطی میں مبتلا ہیں اس لئے کہ اسلام عقیدہ و عبادت بھی ہے، وطن و قوم بھی ہے، روحانیت و عمل بھی ہے، مصحف و تلوار بھی ہے اور مذہب و سیاست بھی ہے کیونکہ جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

قرآن کریم بھی اسی حقیقت کا ترجمان ہے اور اسے اصل اسلام اور دین کا لب لباب سمجھتا ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ کا پیغام ہے۔ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ۔

اور جو مال تمہیں اللہ نے دیا ہے اُس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کرو اور دنیا میں سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کرو اور احسان کرو جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی روبصحت

اللہ رب العالمین کا فضل و احسان ہے کہ اس نے اپنے کرم سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم کو صحت و عافیت سے نوازا۔ بفضلہ تعالیٰ اس وقت حضرت مولانا مدظلہ روبصحت ہیں۔ اور ڈاکٹروں کی تجویز کے مطابق دوائیں وغیرہ دی جارہی ہیں، اور انھیں کے مشورہ سے کچھ دنوں کے لئے بمبئی تشریف لے جارہے ہیں، جہاں ان کا قیام تقریباً دو ہفتے رہے گا۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کا سایہ تادیر قائم رکھے ان کی تقریر و تحریر، تصنیف و تالیف، تحقیق و تعلیم، صلاح و تقویٰ اور ان کے افادات کے جواہر پاروں سے امت مسلمہ کو خوب خوب فائدہ پہونچائے

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ایک اہم باب

دعائیں

جو لازوال نبوت کی اہم و مؤثر دلیل

اور روحانی تربیت و دعوتی جدوجہد کا بہتر ذریعہ

سیرت محمدی دعاؤں کے آئینے میں

از ـــــــ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

عمدہ کاغذ، خوبصورت طباعت، دیدہ زیب سرورق، صفحات ۵۲ سائز ۲۳×۳۶/۱۶ قیمت ۱۲/-

ناشر:- مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، پوسٹ بکس ۱۱۹ لکھنؤ

ملنے کا پتہ:- ندوی بک ڈپو، دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

جدید فیشن اور اعلیٰ ڈیزائن اور کندن کے زیورات کا واحد مرکز

حاجی صفی اللہ اینڈ سنس جیولرس

قائم شدہ ۱۹۴۰ء

ممتاز ڈگری کالج کے پیچھے جوتے والی گلی، امین آباد لکھنؤ

برانچ:- نگینہ مارکیٹ، جو کشمیر بینک کے سامنے اکبری گیٹ لکھنؤ

فون امین آباد: 213736 رہائش فون: 260177

اکبری گیٹ: 260845

251514 — 265536

سامراجیت کا نیا فلسفہ

تحریر: مولانا واضح رشید ندوی ترجمہ: مطیع الرحمٰن عوف ندوی

یہ دور اصطلاحات اور نظریات کا دور ہے آئے دن نئی نئی اصطلاحات اور فلسفے وجود میں آتے ہیں اور موضوع بحث بنتے ہیں، اہل نظر ان اصطلاحات کی طرح طرح کی تشریح کرتے ہیں، بعض تشریحات پر غور کرنے سے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا پہلے ان اصطلاحات کو وضع کیا گیا یا اس فلسفہ کو جس کے لئے یہ اصطلاح وضع کی گئی، اس لئے کہ بعض اصطلاحات کا مفہوم زمانہ گزرنے کے بعد بھی واضح نہیں ہو پاتا، یہ شبہ ان مختلف تشریحات و توضیحات کی وجہ سے ہوتا ہے، فہم و شرح کے تعارض کی وجہ سے سادہ لوح عوام کو..... دشواریوں کا سامنا ہوتا ہے اور وہ اس کے بارے میں مغالطے میں رہتے ہیں۔

انھیں اصطلاحات میں آج کل جو اصطلاح موضوع بحث بنی ہوئی ہے خاص طور سے عربی اخبارات و رسائل میں اور اس کی تشریح میں موافق اور مخالف تصورات سامنے آرہے ہیں وہ گلوبلائزیشن GLOBLIZATION کی اصطلاح ہے، اس سے پہلے نئے عالمی نظام NEW WORLD ORDER کی اصطلاح رائج تھی، گلوبلائزیشن کی وضاحت کرتے ہوئے ایک مبصر نے اپنے ایک مقالہ میں لکھا ہے کہ اس کا مقصد کسی ملک کی تعیین کے بغیر اقتصادی، معاشرتی، سیاسی اور ثقافتی امور میں دل کھول دخل اندازی کرنا ہے، ایک دوسرے مبصر کے نزدیک اس کا مفہوم سوسائٹیوں، اداروں اور تنظیموں پر حدود و قیود کا نفاذ ہے، ایک اور دانشور اس کی اس طرح وضاحت کرتا ہے کہ یہ ایک آئیڈیالوجی ہے جس کا مطلب دنیا پر تسلط قائم کرنا ہے، ایک مفکر نے اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس سے پوری دنیا پر ایک ملک کی اجارہ داری مقصود ہے، اس طرح بعض لوگوں کے خیال کے مطابق یہ ایک اقتصادی تحریک ہے اور بعض کے نزدیک سیاسی، اسی طرح بعض کے نزدیک محض معاشرتی و ثقافتی اور کچھ کا کہنا ہے کہ ایک سامراجی تحریک ہے۔

نئے عالمی نظام کی اصطلاح روس کے زوال اور امریکہ کی عالمی بالادستی کے بعد عام ہوئی اس لئے کہ امریکہ کے حلیف ممالک سخت زبوں حالی اور ضعف کا شکار تھے بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ وہ جاں کنی کے عالم میں تھے اس لئے انھوں نے امریکہ کی آغوش میں اپنی پناہ ڈھونڈی اور چونکہ امریکہ کی طاقت و قوت سے ان کو بھی غذا ملتی تھی اس لئے انھیں ایسا کرنا پڑا، جن ملکوں کا دنیا میں ایک لمبی مدت تک غلبہ رہا ہے ان کو بھی امریکہ کے آگے سپر انداز ہونا پڑا کیونکہ ان ملکوں پر ان کا کنٹرول ختم ہوگیا تھا۔ جن پر وہ عرصہ تک قابض تھے اور ان کی زبان و ثقافت اور قومی امتیازات کا نام و نشان مٹا دیا تھا کہ ان کی جگہ امریکہ نے لی اور پوری دنیا میں اپنے قیادت و سیادت کے بارے میں اعلان کر دیا کہ وہ اب پوری دنیا کی سب سے بڑی طاقت ہے، اور اب اسی کو یہ حق ہے کہ وہ دنیا کے اندر اپنا سیاسی اور اقتصادی نظام نافذ کرے جس کو تمام ممالک تسلیم کریں۔

دنیا پر اپنی بالادستی نافذ کرنے کے ساتھ ساتھ اسلامی خطرہ کا خیال ابھرا اور اس خیال کو بڑی اہمیت حاصل ہوئی، اس لئے کہ نئے عالمی نظام کا تصور پیش کرنے والوں نے یہ محسوس کر لیا کہ اسلام ایک مستقل عقیدہ اور ثقافت ہے، اور اس کا نظام حکم اور اقتصادی تصور مغربی تصور سے مختلف ہے، امریکی نظام صہیونی منصوبہ کے مطابق ہے جو قوموں کے استحصال اور ان کے اندر انتشار و افتراق پیدا کرنے والا ہے نیز وہ مادہ پرستی، فحاشی اور فریب دہی کا حامی و داعی ہے اور اسلام ہی تن تنہا ملحدانہ افکار، مادہ پرستی، اباحت پسندی اور غیر انسانی حرکتوں کی راہ میں رکاوٹ ہے، ایسے غیر انسانی امور جن میں نہ تو کسی کے حقوق کا خیال کیا جاتا ہے اور نہ ہی اقدار و روایات کا۔ بلکہ ان کے نزدیک انسان کے ساتھ کسی بھی سلوک کا واحد مقصد ذاتی مفاد ہوتا ہے، اسلام جو انسانیت و اخلاق کا مذہب ہے کیسے اس کا ساتھ دے سکتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اسلام اس طرح کے سلوک کو کسی حال میں قبول نہیں کر سکتا، مغرب کے مفکرین اسلام کے اس مزاج سے واقف ہیں، مغرب کے ایک مفکر نے ان دونوں نظاموں کے فرق کو "تہذیبی تصادم" (CLASH OF CIVILIZATION) کا عنوان دیا ہے چنانچہ اس نے مغربی اور اسلامی تہذیب کے پیروکاروں

کے مابین معرکہ آرائی کے خدشات ظاہر کئے اور یہ کوئی تعجب انگیز بات نہیں ہے، ان مفکرین نے اسلام کی تاریخ کا پورے طور پر مطالعہ کیا ہے ان کے بڑوں نے اسلامی موضوعات پر پورے پورے کتب خانے قائم کر دیئے ہیں، خواہ ان کتب خانوں میں اسلام کی تصویر کو مسخ و آلودہ کرنے اور تحریف و جعل سازی کی کوشش کی گئی ہو تاہم ان کے دل اسلام کے جوہر، عروج و ترقی کی صلاحیتوں اور دلوں کو مسخر کرنے والی اس کی ادا کو خوب جانتے ہیں، ان کو پتہ ہے کہ اسلام نے اپنے عہد زریں میں کیا کردار ادا کیا، اور کس طرح یورپ اس کی علمی ثقافتی اور سیاسی زد میں آتے آتے رہ گیا۔ وہ اپنے قلم سے یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا، جبکہ پوری گہرائی و گیرائی کے ساتھ تاریخ اور قوموں کی نبض پر ان کا ہاتھ ہے وہ پوری دنیا پر حکمرانی کر چکے ہیں اور وہ قوموں و ملکوں کے مزاج آشنا ہیں، ان کی ثقافت، رجحانات، اور عناصر ترکیبی سے واقف ہیں جو اسلامی فتح کے نتیجہ میں اسلام میں داخل ہوئے اور جو اس کے بغیر اسلام لائے ان کو دونوں کی تعداد کا بخوبی علم ہے، اور یہ بات عیاں ہے کہ بعض ملک کسی بھی مسلم مجاہد کے داخلہ کے بغیر اسلام کی آغوش میں آگئے، "عیاں راچہ بیاں" خود مغربی مفکرین نے اسلام کی اس کشش کو تسلیم کیا ہے۔

اس سے بڑھ کر اس کا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ خود یورپ کے اندر اسلام تیزی سے بڑھ رہا ہے، برطانیہ و امریکہ اور دیگر عیسائی اور اسلام دشمن ملکوں میں اسلام برگ و بار لا رہا ہے، لیکن آپ دیکھئے کہ کیا وہاں اسلام تلوار کے زور سے پھیل رہا ہے یا کسی مالی حرص سے۔؟ اسلام پھیلنے کے تمام حقائق روشن ہیں جن سے خبر رساں ایجنسیاں خوب واقف ہیں اور وہ اسلام قبول کرنے کی خبروں اور تفصیلات کو نشر کرتی رہتی ہیں۔

اس وقت مسلم اقلیتی ملکوں میں اسلام بہت تیزی سے پھیل رہا ہے اور مسلمانوں کے اقلیت میں ہونے کی وجہ سے ان کے پاس اشاعت و تبلیغ کے جدید وسائل بھی نہیں ہوتے اور ان کو ملک میں کوئی مقام و مرتبہ اور عہدہ و منصب بھی حاصل نہیں وہ کمزور و پسماندہ ہیں اور آزمائشوں سے دوچار ہیں اور جہاں بھی مسلمان اکثریت میں ہیں یا اقلیت میں انقلاب و آزمائش ان کا نصیب بن چکی ہیں، ان پر پابندیاں لگائی جاتی ہیں ان کی سرگرمیوں پر رکاوٹیں ڈالی جاتی ہیں اور ملک کی ترقی و ترویج کے منصوبوں میں حصہ لینے سے ان کو باز رکھا جاتا ہے اور ان کو بدنام کرنے اور لوگوں میں ان کی شکل کو بدنما کرنے کے لئے ان پر طرح طرح کے الزامات عائد کئے جاتے ہیں، لیکن پھر بھی اس سے بڑھ کر تعجب خیز بات کیا ہو سکتی ہے کہ یورپ میں خود عورتیں اسلام کے سائے تلے آرہی ہیں، جب کہ اسلام پر یہ الزام رہا ہے کہ وہ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتا ان پر ظلم و زیادتی کرتا ہے لیکن ان کے اسلام لانے کے بعد اخبارات جب مومنات کے تاثرات کو نقل کرتے ہیں تو وہ یہ ہوتا ہے کہ اسلام میں آکر انھوں نے زندگی کی حقیقت و سعادت کو پالیا ہے اور اسلام سے پہلے کی ان کی زندگی حرماں نصیبی اور شقاوت کی زندگی تھی۔

بعض عالمی ایجنسیوں کے مطابق اس وقت پوری دنیا کے مذاہب میں سب سے تیز پھیلنے والا مذہب اسلام ہے، اور یورپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اسلام کو ڈھانے اور اس کو پسپا کرنے کے لئے کن آلات و وسائل کی ضرورت ہے اور ان کو معلوم ہے کہ ان کے ماسبق لوگوں نے اسلام کی بیخ کنی کے لئے کن وسائل کو اپنایا، انھیں پتہ ہے کہ مسلمانوں کے شوکت و دبدبہ اور ان کی قیادت و سیادت میں کیا چیز ان کے لئے سد راہ و معاون ہے، یورپ نے اپنے دور عافیت میں مسلمانوں کے تشخص کو مٹانے ان کو ذلیل و رسوا کرنے، ستانے اور ان کو اپنے دین سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے جو وسائل اختیار کئے وہ کیا تھے، پھر اس کے بعد مسلمانوں نے اپنی تہذیب و ثقافت پر آنچ نہ آنے دینے اور ہر حال میں دین کے حفاظت کرنے کا عزم کر لیا اس وقت یورپ نے اسلام کا خوب مطالعہ کیا اور انھوں نے اسلام کو اچھی طرح سمجھا وہ دوسروں کو فریب میں ڈالنے کی کوشش ضرور کرتا ہے لیکن حقیقت میں وہ اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کو جانتا ہے، اس کو یہ حق پہونچتا ہے کہ جب وہ اس کی ہدایت و روشنی سے محروم ہے تو اس سے ڈرے، لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنے دشمنوں میں سے ہدایت نصیب کرتا ہے آپ دیکھئے کہ ان میں سے روزانہ ایک بڑی تعداد اسلام میں داخل ہو رہی ہے۔

اگر دین اسلام میں نئے داخل ہونے والوں کی تعداد فزوں ہونے کو اسلام کے خطرے سے تعبیر کیا جائے تو یہ عجب بات نہیں ہے، کیونکہ اسلامی سرگرمیوں پر پابندی عائد کرنے کے بعد یہ حقیقت سامنے آرہی ہے کہ مغرب کی ہنگامہ آرائی سے قبل اتنی بڑی تعداد میں لوگ دین اسلام میں نہیں داخل ہو رہے تھے جتنے اب ہو رہے ہیں۔

اس وقت سارے جہاں میں دو طرح

کے رجحان پائے جاتے ہیں ایک اسلام کا حقیقت پسندانہ مطالعہ، اور زندگی میں اس کے بہتر کردار کا رجحان ہے جو معروف و مشہور طرز فکر ہے، اور اس کا روز روشن کی طرح پوری دنیا میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے، دوسرا طرز فکر دنیا کے اندر مسلمانوں پر مختلف پہلوؤں سے ظلم و زیادتی کرنے کا ہے کہیں تو ان پر دہشت گردی کا الزام عائد کیا جاتا ہے، جب وہ اسلامی دستور کے مطابق اپنے شرعی حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں جس سے وہ محروم کئے جا چکے ہیں تو ان کا احتجاج و مطالبہ دہشت گردی ہو جاتا ہے اور جب اپنے اوپر ظلم و سرکشی کا وہ مقابلہ و دفاع کرتے ہیں تو یہ بچاؤ بھی دہشت گردانہ عمل شمار ہوتا ہے، یہاں تک کہ دینی ادارے جو اخلاقی تعلیم کی دانشگاہ اور تربیت نفس، صبر و بردباری قناعت و خودداری اور حقوق انسانی کی رعایت کے قلعے ہیں انھیں دہشت و فساد برپا کرنے والوں کی پناہ گاہ شمار کیا جاتا ہے۔

بعض مقامات پر مسلمان بکثرت ظلم و زیادتی کا نشانہ بنتے ہیں اس لئے کہ وہ اپنے سیاسی حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں اور قومی زندگی میں وہ شریک ہونے کے خواہاں ہوتے ہیں تو ان کو علاحدگی پسند اور نسل پرست کہا جاتا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ محض اس وجہ سے ان کو حقوق سے محروم کر دیا جاتا ہے کہ وہ مسلمان ہیں یا ان کی نسبت دہلی اصل کی طرف ہے جبکہ یہ سوچنے والے خود نسل پرست اور متعصب ہوتے ہیں اور ان کا یہ طرز فکر اس کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔

بعض جگہوں پر مسلمان اس لئے مظلوم ہے کہ وہ اپنے تشخص اور ملی شناخت کو باقی رکھنا چاہتا ہے، وہ چاہتا ہے کہ شوکت و احتشام اور احترام و عظمت کی زندگی بسر کرے اور اپنے دین کے بتائے ہوئے راستے پر چلے، اس لئے وہ محرمات کو چھوڑتا اور حلال کردہ چیزوں کو کھانے پینے، لباس وغیرہ میں اپناتا ہے تو اس پر تہذیب و ثقافت کے مخالف اور اس کے دشمن ہونے کا الزام عائد ہو جاتا ہے، اور بہر صورت اسی اندھیارے میں بہہ پڑنے پر اس کو مجبور کیا جاتا ہے لیکن اس کارروائی کو ظلم و زیادتی، جبر و زبردستی اور بنیادی حقوق اور آزادی کا مخالف نہیں شمار کیا جاتا ہے۔

مغرب نے نئے عالمی نظام کے ذریعہ پوری دنیا پر اپنے سیاسی، ثقافتی و اقتصادی تسلط کی آرزو کی تھی اور اس نئی اصطلاح (GLOBALIZATION) کے ذریعہ اس نے شطرنج کا دوسرا مہرا رکھ دیا ہے، یہ ہے امریکی تہذیب میں اپنے تمام امتیازات و خصوصیات کو ضم کرنے کا منصوبہ، اس میں وہی تحلیل ہو سکتا ہے جس کا نہ کوئی مذہب ہے نہ ثقافت نہ ہی اس کی قابل فخر تاریخ ہے اور نہ ہی اس کے اندر ضم ہونے کے خطرات سے آگاہ ہونے کی صلاحیت، لیکن جو مذہب و ثقافت سے آراستہ ہو اس کی شاندار تاریخ اور اس کے اندر شعور و احساس جاگزیں ہو تو اس کے لئے اس حملہ اور یلغار سے چھٹکارا حاصل کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

حد درجہ حیرت انگیز بات ہے کہ جب کوئی مغربی عقیدہ و اقدار اور تہذیب و ثقافت پر تنقید کرتا ہے تو اسے پسماندہ اور جدید ثقافتی وسائل کا مخالف قرار دیا جاتا ہے کہ وہ متمدن انسان کو جنگل کی زندگی گذارنے اور اونٹ پر سوار ہونے کی دعوت دے رہا ہے اور وہ جاہلانہ و تاریک زندگی بسر کرنے کا خواہاں ہے، لیکن درحقیقت یہ ایک خیال خام ہے، اپنے عروج کے زمانہ میں مسلمانوں نے ترقی کی اور ان میں علماء و فلاسفہ پیدا ہوئے اور بحث و تحقیق کے میدان میں انھوں نے نئے نئے انکشاف کئے، اور یورپ نے اپنی بیداری و عروج کے دور میں ان سے استفادہ کیا اور بعض حق پسند مغربی مفکرین نے ان کو یورپ کا استاذ قرار دیا، یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ تمدن صرف آلات و وسائل کا نام نہیں ہے بلکہ تمدن کا اطلاق انسانی سلوک، نظام زندگی اور اس کے عقائد و افکار پر ہوتا ہے اور ہر تہذیب کا ایک خاص فلسفہ ہوتا ہے جس کی روشنی میں اس کے ماننے والے زندگی بسر کرتے ہیں اور کسی بھی تہذیب کا کوئی گوشہ اس فلسفہ سے خالی نہیں ہوتا، جیسے تعلیم، سیاست، اقتصاد اور سوسائٹی اور وہ نظام کیوان ارکان پر مشتمل ہوتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اس فلسفہ اور اس کی تطبیق کے سلسلے میں ماننے والوں کے رجحان و مزاج کو سمجھے اور اس کی رعایت کرے۔

بمبئی میں
اعلیٰ معیاری مٹھائی : بیکری مصنوعات
خصوصی مصنوعات
ڈرائی فروٹ، انجیر برفی، افلاطون، پائنا پل برفی، مینگو برفی، بادامی حلوہ، کاجو قتلی، کاجو رول، گلاب جامن وغیرہ
شیرینی دنیا کا تاج۔
تاج کی مٹھائیاں
کرافٹ مارکیٹ جنکشن ۴، ۱۰ کرناک روڈ بمقابل کرافٹ مارکیٹ، بمبئی ۔ ۴۰۰۰۰۳
فون نمبر: ۳۴۲۱۵۷۸ -

فریضۂ دعوت اور اس کا حکیمانہ اسلوب

تحریر: مولانا سید محمد الحسنی علیہ الرحمۃ ——— ترجمہ: محمد شعیب ندوی پرتاپ گڈھ

دعوت اسلامی کی راہ میں درپیش مسائل ومشکلات میں سب سے بڑی دشواری وپریشانی تمام انسانی طبقوں کو ایک ہی پلیٹ فارم پر متحد کرکے ان میں باہمی ربط پیدا کرنا ہے کیونکہ مذہب اسلام کسی مخصوص قوم ونسل کا مذہب نہیں ہے بلکہ یہ تو ہر طبقہ ونسل انسانی خواہ وہ مرد ہو یا عورت جوان ہو یا بوڑھا، جاہل ہو یا عالم، کسان ہو یا ملازم سب کا دین نیز ان طبقوں کے ہر فرد کے لئے خاص تعلیمات کا بھی حامل ہے جو انھیں کے اسلوب وانداز میں ان کو مخاطب کرکے ان کے جذبات واحساسات کو بیدار کرتا ہے۔ ان کی عقل وفکر کو مطمئن کرکے ان کی خوابیدہ صلاحیتوں سے پورا فائدہ اٹھاکر سب کو ایک عظیم مقصد کی طرف لے کر گامزن رہنا صرف اسلام کا امتیاز اور اسی کی خصوصیت ہے۔

یہ ہے ان طبقوں کے سلسلہ میں اسلامی نقطۂ نظر اور ان کے مسائل ومشکلات کا اصل علاج، چنانچہ دعوت کے راستہ میں اس طرح کے نازک اور پیچیدہ حالات سے دوچار ہونا ایک فطری امر ہے بلکہ دعوت کی کامیابی کا معیار ہی یہ ہے کہ ان مسائل ومشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے ان طبقوں کے افکار ونظریات اور ان کی صلاحیتوں اور نفسیات کا جائزہ لے کر اسی اعتبار سے جدید طرز واسلوب میں اسلامی نظریہ اور اسلامی نظام حیات کو ان کے سامنے اس طرح پیش کیا جائے کہ فوراً اس کو قبول کرنے کے لئے نہ صرف تیار بلکہ اس کے گرویدہ ہوجائیں، چنانچہ یہی مطلب ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس حکیمانہ جملہ کا کہ "کلموا الناس علی قدر عقولھم أتریدون أن یکذب اللہ ورسولہ" لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق بات کرو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ ورسول کی تکذیب کی جائے۔

دعوت اسلامی کا یہ مہتم بالشان فریضہ جہاں بھی ادا کیا جائے گا اسے اس غیر معمولی صورت حال سے ضرور نبرد آزما ہونا پڑے گا لیکن سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ اس فریضہ کی ابتداء کہاں سے کی جائے اور کس طبقہ کو سب سے پہلے اپنی دعوت کا مخاطب اور سرگرمیوں کا محور ومرکز بنایا جائے؟ چنانچہ بعض لوگ کسی طبقہ کو اپنے رجحانات وخیالات سے قریب تر پاکر بغیر کسی مستحکم قوت فیصلہ وحکمت عملی اور بغیر غور وفکر اپنے دعوتی عمل کا آغاز ایک ہی اسلوب میں کرکے اسی پر اپنی ساری دلچسپیاں مرکوز کردیتے ہیں۔ جبکہ یہ طریقۂ کار ایک جامع وہمہ گیر دعوت کے مزاج ومنہاج کے سراسر خلاف ہے، بلکہ دعوت اسلام تو ہر طبقۂ انسانیت کے لئے عام اور یہ دین ساری انسانیت کا مذہب ہے جہاں قوم ووطن، رنگ ونسل کے امتیازات کی ساری دیواریں منہدم ہوجاتی ہیں، وہ اس دعوتی عمل میں جوانوں سے لے کر علماء وصحافی تاجر ومزدور، انجینئر وکالجوں اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ تک بھرپور حصہ لینے کو دیتا ہے تاکہ ہر فرد اپنے طبقہ کی مشکلات کو سمجھ کر اسلامی اصول وتعلیمات کی روشنی میں انھیں کے مزاج وحالات کے لحاظ سے اس کا صحیح حل پیش کرسکیں۔

اس وقت میں چند بااثر طبقوں کا تذکرہ کررہا ہوں۔

۱۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلبہ واساتذہ
۲۔ افسران وملازمین (۳) تاجر حضرات
۴۔ تعلیم یافتہ خواتین۔
۵۔ پیر طبقہ اور انجینئرس۔

اس مختصر فہرست ہی پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ صرف کسی ایک اسلوب اور ایک ہی زبان سے تمام طبقوں کو مطمئن نہیں کیا جاسکتا ہے، جس طرح دین دار اور صالح، بے دین اور منحرف مسلمانوں کے دعوتی اسلوب میں فرق ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر طبقہ کے اسلوب میں نمایاں فرق ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

مثال کے طور پر جدید تعلیم یافتہ نسل

جو نہ صرف مغربی افکار ونظریات کی دلدادہ اور اس پر فریفتہ ہے۔ بلکہ ہر شعبۂ زندگی میں اسی پر قانع ومطمئن اور ان فلاسفہ ومفکرین کی تعظیم وتقدیس کی معتقد ہے۔ تو اس کو دعوت دینے کا اسلوب عوامی اسلوب دعوت سے بالکل منفرد وجداگانہ ہوگا۔ اس کو تو ایسے بلند پایہ علمی وفکری مضامین اور تصنیفات کی ضرورت ہے جو اس کے مادی طرز فکر کی جڑ کاٹ دے اور اس کے دل سے مغرب کی ہیبت ومرعوبیت کو سرے سے زائل کردے، کیوں کہ نہ وہ عوامی سطح کی کتابوں سے متاثر ہوتی ہے۔ اور نہ ہی پھیکے دار تقریروں سے اس کے نظریات میں کوئی تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ الغرض داعی کی سب سے اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ایسے وسائل واسباب کو بروئے کار لائے جس سے اس مقصد میں کامیاب ہوسکے۔

یہی حال مدارس اسلامیہ کے طلبہ کا ہے کہ ان کی تربیت اس طرح کی جائے کہ وہ ایک طرف جدید جاہلی رجحانات اور ملحدانہ افکار ونظریات سے مقابلہ کی صلاحیت سے بھرپور ہوں تو دوسری طرف انھیں مغربی فلسفہ ونظام فکر اور جدید اشتراکی نظریات سے گہری واقفیت ہو کیونکہ ان مادی فلسفوں کے متعلق گہری واقفیت حاصل کئے بغیر اس سے جنگ آزمائی اور اس پر غلبہ ممکن نہیں ہے ورنہ ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو ہواؤں میں محل تعمیر کرتا ہے۔

اسی طرح طبقہ ملازمین کی بھی کچھ خاص پریشانیاں ہیں اور جب تک ہم ان کے اقتصادی ونفسیاتی مشکلات کا صحیح حل مشفقانہ انداز میں نہ پیش کریں گے وہ ہمارے ساتھ نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح عورتوں کے مختلف خانگی وازدواجی اور تربیتی مسائل سے بھی چشم پوشی نہیں کی جاسکتی کہ جدید نسل کی تربیت اور اصلاح معاشرہ میں ان کا بڑا اہم رول ہے۔ اس کے علاوہ مختلف فرائض بغیر ہمارے تعاون وہمت افزائی کے ادا نہیں کرسکتی ہیں۔

اگر دعوت کا رشتہ معاشرہ سے کٹ جائے گا۔ تو وہ زیادہ دنوں تک باقی نہیں رہ سکتی۔ اور مختلف حالات کے پیش نظر اسلوب دعوت کا لحاظ بھی نہایت ضروری ہے۔

دعوت کے دو اساسی پہلو

حکمت ودانائی، فقہ وبصیرت اور ایمان ویقین داعی کے لئے ہمیشہ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان میں سے کسی ایک سے چشم پوشی کرکے صرف کسی ایک ہی پہلو پر اکتفا کرنے سے دعوت میں نہ صرف نقص وکمی اور رخنہ پڑجاتا ہے بلکہ وہ اپنے صحیح رُخ سے بھٹک جاتی ہے۔

دعوتی عمل میں حکمت ودانائی، عقل وخرد سے آنکھیں بند کرکے صرف جذباتی انداز سے کام لینا نہ اسلامی تعلیمات کا منشاء ہے اور نہ ہی فطرت سلیم کا تقاضا، بلکہ صدیوں کے انسانی تجربات بھی اس طرز وانداز کے خلاف شاہد عدل ہیں۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔ "قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ" آپ کہہ دیجئے کہ میرا طریقہ یہی ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں دلیل پر قائم ہوں میں بھی اور میرے پیرو بھی۔)

"وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا" (اور وہ لوگ کہ جب ان کو انکے رب کی نشانیاں یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ اس پر اندھے بہرے ہوکر نہیں پڑتے)

دوسری طرف دعوت اگر دولت ایمان وعرفان سے خالی اور جذبہ دروں سے عاری ہو تو دعوت بے کیف بے روح اور بے برگ وبار بلکہ بے قیمت وبے اعتبار ہے۔ "وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ" (اور جو ایمان والے ہیں وہ تو اللہ کی محبت سب سے قوی رکھتے ہیں)

"واذکروا اللہ ذکرا کثیرا لعلکم تفلحون" (اللہ کو خوب یاد کرو اور پاکی بیان کرتے رہو اس کی صبح وشام)

لہٰذا دعوت کے لئے ایمان راسخ اور ایسے دائمی ومستحکم تعلق مع اللہ کی ضرورت ہے جو تعلق پیار ومحبت، خوف وخشیت، دعاء وتضرع، الحاح وزاری اور جذبہ شکر سے معمور اور یقین وتوکل سے مخمور ہو بلکہ وہ تعلق اس پر ایسا حاوی ہو کہ اگر ایک طرف معمولی نعمت سے لطف، اندوز ہو رہا ہو۔ تو دوسری طرف اس کی جناب میں آدمی لغزش سے تھرتا ہو۔ ہمہ آں وہم لمحہ اس کی عظمت وکبریائی کے آگے سجدہ ریز اور اپنی ذلت وحقارت کا احساس اسے دامنگیر ہو اور خود کو ایک لاچار ومحتاج بندہ تصور کرکے خدا کے دربار عالی میں یوں دست بستہ ہو کہ سر اس کے آگے خم۔ آنکھیں اس کے خوف وہیبت سے آنسوؤں سے تر بتر ہوں۔

یہ ہے مرد مسلماں کا حقیقی معیار زندگی، یہی وہ ایمان ہے جب انسانی قلوب میں راسخ ہوجاتا ہے تو اس کے نظام حیات میں ایک انقلاب برپا کردیتا ہے جہاں ایک ایسا انسان

وجود میں آتا ہے کہ جو اپنے جذبات و کیفیات، طرز فکر، کردار و گفتار میں بالکل انوکھا اور نرالا نظر آتا ہے۔

اسلامی دعوت صرف چند افکار و نظریات کا مجموعہ نہیں بلکہ وہ حُبِّ الٰہی اور اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر جذبۂ قربانی سے سرشار ایسی زندگی کا نام ہے جس کی تشکیل جنوبی طرز و انداز پر ہوتی ہے۔

ایمان و اخلاص اور محبت زندگی کا جوہر اور دعوت کی روح اور وہ متاعِ بے بہا ہے کہ اس کے سامنے اگر ایک طرف تصنیفات کی کثرت خطابت کی سحر بیانی، مطالعہ اور نتائج فکر کی جدت طرازیاں ہوں اور دوسری طرف شاہانہ شان و شوکت، مسلح طاقتوں کا انبوہ ہو تو وہ بھی ہیچ اور ناقابل اعتبار ہے۔ اسی ایمان کی کارفرمائی ہے کہ وہ انسانی اخلاق و کردار کو سنوار کر اور اس کے افکار کی تشکیل کر کے اس میں ایسی انقلابی اسپرٹ پیدا کر دیتا ہے کہ اس کی ہر نگاہ اور ہر بات اخلاص میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہے کہ اس کا ہر ہم نشیں اس کی گواہی دینے پر مجبور ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کے چہرے کی نورانیت سے یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ اس کا دل ماسوا سے خالی اور دنیوی جاہ و منصب اور انانیت سے پاک ہو چکا ہے، اس کی مجالس میں بیٹھنے سے آخرت کی یاد تازہ اور دینی جذبہ بیدار ہوتا ہے دنیا سے بے رغبتی، آخرت کا شوق انگڑائی لینے لگتا ہے۔ اور بسا اوقات تو اس کی خاموشی اور سکوت اس کی گفتگو سے زیادہ مفید اور اس کی گفتگو اوروں کے وعظ و تقریر سے زیادہ مؤثر ثابت ہوتی ہے۔ اس کی چند لمحہ کی ہمنشینی ہی دلوں کی بیٹری چارج کرنے، خواہشات نفسانی، اور طاغوتی طاقتوں پر غلبہ حاصل کرنے کی قوت پیدا کرنے کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے۔

یہ کوئی مقناطیسی عمل یا عصار ساحر نہیں ہے بلکہ یہ اسی ایمان و یقین کی کرشمہ سازی اور تعلق مع اللہ، شوق لقاء، خوف و رجاء اور اپنی چشم بصیرت سے اس کی قدرت و رحمت کے مشاہدوں کی جلوہ گری ہے جس میں تیز و تند ہواؤں سے بھی کوئی جنبش پیدا نہیں ہو سکتی۔

اس کے علاوہ ساری چیزیں محض ظاہری اشکال فکری تعیش، ادبی فنکاری کے مظاہر کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ لہٰذا اس ایمانی خلا کو کسی چیز سے پر نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اور اس متاع گرانمایہ کی حفاظت لاکھوں مسائل و مشکلات کے باوجود ہر مسلمان کا فرض اولین اور اس کے خصائص و محیر العقول کارناموں سے واقفیت ہر داعی اسلام کی پہلی ضرورت ہے۔

چنانچہ حکمت و دانائی، ایمان و یقین ہی باہمی ربط و اتحاد دعوت اسلامی کی اساس اور اس کی شرط اول ہے، آج عالم اسلام میں اس حقیقت سے غفلت عام ہے جس کا احساس چند لوگوں کو بھی مشکل ہی سے ہے۔

دعوت کا یہی اصل نبوی طرز اور حیاتِ اسلامی کا حقیقی معیار ہے جس پر اپنی ساری کوششوں اور توجہات کو مرکوز کر دینا اور اس پر جاں نثاری ہمارا اہم فریضہ ہے۔

عمدہ کاغذ، رعایتی قیمت، بہترین سائز۔
NOTE BOOK
حرمین
اُردو کاپی
ملنے کا پتہ:-
مکتبۃ الحرمین مسجد مرکزی ڈاکٹر بی این دوارکا داس
امین آباد لکھنؤ۔
مذکورہ بالا پتے سے تعمیر حیات جاری کرا کے رسید حاصل کر سکتے ہیں۔ صبح ۹ بجے سے رات ۸ بجے تک
فون نمبر: ۲۱۷۹۵۶

تعمیر حیات
منیبا ایجنسی / حاجی ایم سلیم خاں صاحب
645 ٹکڈی روڈ صدر ناگپور سے حاصل کریں۔

قنوج کے قدیم مشہور و معروف کارخانے سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ عطریات "شمامۃ العنبر، عطر گلاب، روح خس، عطر موتیا، عطر حنا، عطر گل، عطر کیوڑہ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔
ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں۔
فون نمبر: ۲۴۴۴۵
محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر
ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر۔ قنوج۔ یوپی
آئیڈیل پرفیوم سینٹر (پرائیوٹ لمیٹڈ) قنوج

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کے نام

سابق امیر تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا اہم تاریخی مکتوب

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت محمد الیاس صاحبؒ کے وصال کے کچھ عرصہ بعد حضرت مولانا مدظلہم کو ایک خط لکھا تھا، اس خط سے تبلیغی جماعت کے اسوقت کے حالات اور کئی اہم نکات پر بھی روشنی پڑتی ہے، اور مولانا کا یہ انتہائی اہم خط (ہمارے علم کے مطابق) آج تک کہیں شائع بھی نہیں ہوا، اس لئے ہم اس تاریخی مکتوب کو یہاں پر نقل کر کے ہدیۂ ناظرین کر رہے ہیں۔
(ادارہ)

مخدوم و مکرم و معظم و محترم جناب حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

حضرت عالی! مجھے دل سے اعتراف ہے کہ آپ نے حضرت مرحوم کی اس وقت قدر کی جس وقت یہ ناچیز ناقدری کر رہا تھا۔ اور آپ نے اس وقت اس عمل کی طرف قدم اٹھایا جس وقت یہ حقیر اس سے پہلو تہی کر رہا تھا، آپ سنتے تھے تعمیل کرتے تھے سمجھتے تھے اور محفوظ رکھتے تھے، اور اس کام کے انہماک اور دعوت کی طرف تیزی کے ساتھ۔ بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعوت میں تاثیر دی۔ اضلاع متصلہ سے باہر یہ کام آپ کی ہی وساطت و دعوت سے پھیلا اور علمی حلقہ میں آپ ہی کی وساطت سے یہ چیز پہونچی۔

علماء میں سے جماعتوں کو لیکر پھرنے کی طرف آپ ہی نے سبقت فرمائی، علمی حلقہ کی طرف اس دعوت کو لیکر آپ ہی بڑھے، علماء کی طبائع کا جائزہ حضرت مرحوم آپ ہی کی وساطت سے لیا کرتے اور ان کے شکوک و شبہات کا ازالہ آپ ہی کے ذریعہ فرماتے۔

غرض کہ حق تعالیٰ شانہٗ آپ کو نہایت ہی جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ نے خوب ساتھ دیا اور میں ان سب خصوصیات اور خوبیوں سے یکسر خالی رہا میں نے ان کی کہیں نہیں سنی جب کسی طبقہ کا انفتاح ہوتا میں سہم کر پیچھے ہٹتا، جب کہیں جماعت جاتی میں ڈرتا، جب دعوت کا وقت آتا میری روح فنا ہوتی، جب کہیں وہ کوئی حکم دیتے میں اس کی تعمیل سے قاصر رہتا۔ ہر مشورہ میں میری رائے حضرت شیخ (زکریاؒ) کے ساتھ ہوتی اور میں ان کی رائے کے خلاف بے باکی کے ساتھ کرتا یہاں تک کہ ایک دفعہ علالت کے زمانہ میں فرمایا بھی "تو نے میری وہاں تک، مانی جہاں تک شیخ نے بڑی مشکل سے سخت خفا ہو کر گویا دھکے دیکر میوات کے گشت کے لئے روانہ کیا، ایک مہینہ گشت کیا، دعوت دینی شروع کی، بہت کیفیات کے ساتھ سفر ختم ہوا۔ اس کے بعد پھر طحاوی کی شرح نے غلبہ کیا۔ اور وہ دعوت پھر مغلوب ہوئی۔

غرض کہ جتنے آپ میں کمالات اور خوبیاں ہیں اس کے بالمقابل بندہ عصیان سے پُر ہے، حضرت مرحوم کے بعد طبیعت نے بالاجمال اتنا محسوس کر لیا کہ جو چیز جس طرح ہو رہی تھی وہ اسی طرح ہوتی رہے۔ اور ان کی ہر چیز میں ان کا اثر باقی ہے۔

اور وہ آثار ان کے ذاتی نہیں تھے بلکہ عطا فرمودہ تھے جو ان چیزوں میں جتنا بڑھتا جائے گا۔ اس کی حقیقت اس کو حاصل ہوتی رہے گی۔ بس اس کے پیش نظر چلنے کی کوشش کرنا چاہتا ہوں اور ابھی تک چلنے سے قاصر ہوں۔ اگر حضرت عالی اپنے ان کمالات و فیوض سے جو حضرت مرحوم کے ساتھ محبت و تعلق اور اس کام کی طرف سبقت دعوت سے آپ کو حاصل ہیں اور سادات کی جو اسرار نے اس کو چار چاند لگا دیتے ہیں ہم خدام کو مستفیض فرمائیں تو عین مراحم خسروانہ ہوں۔

خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ کام اپنی رفتار کے اعتبار سے پھیلتا جا رہا ہے۔ جماعتوں کی آمد و رفت کا سلسلہ بڑھ رہا ہے، موجودین کی قلتِ کمیت سی ضعف و احتیاج بھی اسی کی بقدر ہے، فتنے ہر طرف زور لگا رہے ہیں، جو لوگ ان کے انسداد اور کام کے صحیح رُخ پر بڑھتے رہنے کا ذریعہ بنتے۔ اور کام کے اندر ہوتے ہوئے ذرا سی توجہ و التفات سے نہ معلوم کتنی خیروں کا ذریعہ ہوتے اور ان کی تھوڑی سی قربانی سے نہ معلوم چیز کہاں سے کہاں پہونچ جاتی۔ آج ان کی نظر التفات نہ جانے کہاں ہے، وہ توجہ و قوت جو کام میں ہوتے ہوئے اس کو قوت و ترقی دیتی۔ اور ہر طرف کے سمجھدار قابل اشخاص کے ذریعہ نہ جانے کتنی جماعتوں کے رُخ کی تبدیلی اور فضا کے

ہموار ہونے کا ذریعہ بنتی وہ نہ معلوم کدھر صرف ہو رہی ہے اور کیا نتائج ظہور پذیر ہو رہے ہیں، اس وقت تبلیغ فتن و ترقیات کے درمیان ہے۔ ایک طرف لوگوں کا استقبال اور جماعتوں کی نقل و حرکت قریب ہی میں جماعت اجمیر گئی، درگاہ میں قیام رہا، وہیں تقاریر ہوئیں، گشت ہوئے، ہم کے قریب آدمی تھے، حاجی عبدالجبار بھی ساتھ تھے۔ وہاں کے سجادہ نشین دیوان سید آل رسول صاحب نے اپنے لوگوں کو کام کی قدر دانی کی تاکید کی، وہاں کے علماء، حکماء اور مختلف متضاد طبقہ کے لوگ شریک کار رہے۔ گشتوں میں اور تعلیم میں وہاں کے مقامی لوگ اور زائرین بھی شریک رہے۔ خصوصاً تعلیمی اوقات سے بہت متاثر ہوئے، گفتگوؤں اور ملاقاتوں میں بہت ہی محبت اور تعلقات کا اظہار ہوا۔ تھوڑی سی اصول کی پابندی نے کایا پلٹ دی، بُعد قرب سے بدل گیا۔ اور کام کی راہ کھل گئی۔ فالحمدللہ علیٰ ذٰلک،

ایک جماعت جس میں عربک کالج و اسکول کے اساتذہ اور وکلا بھی تھے کل علی گڑھ سے واپس ہوئی ہے۔ اگلے ہفتہ میں پشاور و کوہاٹ بنگال والہ آباد وغیرہ کی جماعتوں کی آمد ہے۔ ایسے وقت میں اصول کے واقفوں کی کمی جو آنے والوں کو کام میں اصول کی پابندی کے ساتھ لگائیں اور ان کی تعلیم و تربیت کی نگرانی کر سکیں باعثِ تشویش ہے،

اگر زیادہ نہیں تو کم از کم ایک ہفتہ عشرہ کے لئے ہی تشریف لائیں تاکہ بقیہ تبلیغی حالات تفصیل سے سامنے رکھے جا سکیں، اس وقت ہم خدام کو آپ کی سخت ضرورت ہے۔

فقط

محمد یوسف کاندھلوی
مرکز نظام الدین دہلی

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا پیغام ہر مسلمان کے نام

اٹھ کہ جہاں میں مرد حق اونچا خدا کا نام کر!

● مولانا محمد ثانی حسنیؒ

یوسف مرد حق چلے دارِ فنا کو چھوڑ کر!
چھوٹ گیا ہر اک کا جی ٹوٹ گیا ہر اک کا دل
چھوٹ نہ جائے پھر کہیں دامن صبر اے خدا
اپنے حبیب کے طفیل ان کو الٰہی بخش دے
تیرے ہی پیارے دین کی راہ میں اپنی جان دی
وقت رحیل دے گئے سب کو پیام ایک وہ
جو نہ خداشناس ہو زندگی ایسی موت ہے
مرد خدا تو خود بھی بن سب کو دکھا تو نیک راہ
کلمۂ لا الٰہ پڑھ فکر تو رکھ نماز کی!
خلقِ خدا سے پیش آ، مہر و وفا سے روز و شب
اپنے خدا سے رکھ غرض، غیر سے رکھ نہ واسطہ
یہ ہے نظامِ زندگی اس کو بنا تو حرزِ جاں
شام و سحر تو رکھ نظر اپنے خطا و عیب پر
دیکھ کبھی بھی خواہشیں تیری نہ بے لگام ہوں
جس پہ پڑے نظر تری، تیر اپنے اسیر وہ
تو ہے ہما کبھی نہ کر اپنے شکستہ بال و پر
باغِ نعیم ہے وطن تیرا وہی مکان ہے
اپنی خودی کو جان تو مردِ خدا ذوقِ حق پرست
مال و زر و لباس و تن سب کو ہے آخرش فنا
دین کی راہ میں نکل اپنا عزیز وقت دے
تجھ پہ خدا کرم کرے تجھ سے وہ اپنا کام لے

جس نے سنایہ سانحہ رہ گیا دل کو تھام کر
بہر کرم میرے خدا تو ہی رفو کا کام کر
جتنا عظیم غم ہے یہ اتنا ہی صبر عام کر
بارشِ رحمت ان پہ کر عفو و کرم مدام کر
ان کے عمل کو قول کو تو ہی قبولِ تام کر
اٹھ کہ جہاں میں مرد حق اونچا خدا کا نام کر
ایسی ملے جو زندگی دور سے ہی سلام کر
تادمِ مرگ جان و تن دعوت دیں کا کام کر
طالبِ علم دیں بن، ذکر کا اہتمام کر
پیشِ نظر تو رکھ رضا دعوتِ دیں کو عام کر
اپنی فلاح کے لئے ترکِ فضول کام کر
سارے جہاں میں پھر کے تو جاری یہی نظام کر
غیر کا عیب جو نہ بن سب ہی کا احترام کر
سرکش و مائلِ ہوس نفس کو تو غلام کر
سارے دلوں کو موہ لے جادو اثر کلام کر
تو نہ ہو منزل آشنا تو نہ کہیں قیام کر
اپنے قدم بڑھائے چل جا کے وہیں مقام کر
اس کو جہانِ رنگ و بو کا نہ اسیر دام کر
حرص و ہوس کی زندگ نفس پہ تو حرام کر
اس میں گزار زندگی اور اسے تمام کر
ہے یہی مقصدِ حیات اس میں ہی صبح و شام کر

ایک نمونہ چھوڑ کر دارِ بقا کو میں چلا
پیشِ نظر اسی کو رکھ اور اسی پہ کام کر

نوٹ:- یہ نظم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ نے درد و کیف کے عالم میں ڈوب کر کہی تھی۔

سفرنامۂ اُردن و شام

● پروفیسر محمد اجتباء ندوی

(۲)

۲۲ر اگست کو امیر حسن کی جانب سے قصر شاہی میں ظہرانہ پر صدر محترم رابطہ ادب اسلامی کے ساتھ تمام اراکین مجلس امناء و رفقاء مدعو تھے، اس لئے مجلس کی نشست ۱۲½ بجے دن میں ختم کر دی گئی ۱ بجے گاڑیاں آگئیں مدعو حضرات کی فہرست پہلے سے جا چکی تھی۔ اسی ترتیب سے لوگ گاڑیوں میں سوار ہوئے۔ ہمارے ایک رفیق ہوٹل کا نام کسی غلط فہمی کی بناء پر چھوٹ گیا یا پڑھا نہ جا سکا اس لئے وہ نہ جا سکے، ہم لوگ حفاظتی دستوں کے جلو میں شاہی محل روانہ ہوئے۔ دہی مناظر نگاہوں کے سامنے آگئے جو ہم نے دس ماہ قبل رابطہ ادب اسلامی کے سیمینار کے موقع پر لاہور میں دیکھے تھے، حسن اتفاق سے پاکستانی شاخ کے صدر پروفیسر ظہور احمد اظہر صاحب کی رفاقت ہمیں اس وقت بھی نصیب تھی، محل پر شکوہ باغ ہرا بھرا و شاداب، صاف شفاف پانی سے ابلتے ہوئے دلکش فوارے، مناظر خوشنما اور موسم خوشگوار تھا۔ ہم نے بڑے ادب سے محل کی دہلیز پر قدم رکھے اور آہستہ خرامی سے ایک بارونق ہال میں داخل ہو گئے۔ اس میں بڑے قرینے سے خوبصورت قالین بچھے ہوئے تھے اور چہار سمت عمدہ اور آرام دہ صوفے اور کرسیاں آراستہ تھیں، ہمیں وہاں بیٹھنے کا اشارہ کیا گیا۔ چند لمحوں میں ٹھنڈے مشروب سے ضیافت شروع ہو گئی۔ مشروب ختم ہوتے ہی ایک کشادہ و منقش دروازہ کی جانب اشارہ کیا گیا جس کے اندرونی جانب ولی عہد و نائب سلطان شاہزادہ حسن استقبال کرتے ہوئے نظر آئے ہمیں حکم ملا کہ ہر مہمان شہزادہ سے مصافحہ کرتے ہوئے اپنا مختصر تعارف کرا کے آگے بڑھ جائے ہم سابقہ ہال سے بھی زیادہ پر تکلف دلآویز اور بدرونق ہال میں داخل ہوئے۔ ایک خوشنما مستطیل میز پر انواع و اقسام کے عربی کھانے چنے ہوئے تھے ہر کرسی کے سامنے ایک خوبصورت سفید کارڈ نظر آیا جس پر کسی ماہر خطاط نے مدعوین کا نام لکھ دیا تھا، میرا کارڈ شہزادہ کے بائیں جانب ان کے برادر زادہ اور سکریٹری امیر زید بن محمد بن طلال سے متصل کرسی کے سامنے تھا حضرت مولانا مدظلہ العالی کی نشست بالکل وسط میں شہزادہ حسن کے مقابل تھی۔ پورا ہال مہمانوں سے جگمگا رہا تھا۔ اور گلاب کی پنکھڑیوں اور عطر بیز پھولوں سے سجا ہوا تھا۔ ہال کے ہر سمت خدمت گار اور حفاظتی اہل کار مؤدب کھڑے تھے۔

رابطہ ادب اسلامی کی مجلس امناء کے اراکین کے علاوہ وزیر اعظم، اسپیکر، وزراء، سکریٹری، عمائدین شہر، جماعتوں اور پارٹیوں کے سربراہان، علماء و ادبا شریک طعام تھے، ان میں جماعت اخوان المسلمین کے مراقب عام استاذ عبد المجید ذنیبات، مؤسسۃ آل بیت کے سکریٹری جنرل ڈاکٹر ناصر الدین اسد اور حلقہ ارباب ادب اردن کے صدر نشین شامل تھے،

سرکاری دعوتوں کی رسم کے مطابق میزبان کی جانب سے استقبالیہ کلمات کے بعد مہمان خصوصی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی صاحب نے گفتگو فرمائی جس میں شہزادہ حسن کو مخاطب فرما کر صحیح عقیدہ، دینی احکام اور اسلامی اخلاق و اقدار کو ملحوظ رکھتے ہوئے صالح معاشرہ تعمیر کرنے کی جانب توجہ دلائی اور اپنی کتاب "اسمعوها منی صریحة ایها العرب" کا ایک ورق پڑھ کر سنایا۔ امیر حسن نے شکریہ ادا کرتے ہوئے پسندیدگی کا اظہار کیا، کھانے کے دوران مختلف موضوعات زیر سخن آئے۔ حلقۂ ارباب ادب کے صدر نے ادب اسلامی سے متعلق سوال اٹھایا کہ آیا ادب کی تقسیم دین کی بنیاد پر اصولی طور سے درست ہے؟ چنانچہ دعوت، مجلس مذاکرہ میں تبدیل ہو گئی جس میں حضرت مولانا مدظلہ کے علاوہ ڈاکٹر عبد القدوس ابو صالح، ڈاکٹر یاسین جرار ڈاکٹر عبد الحلیم اویس اور شہزادہ حسن نے مذاکرہ میں بھرپور حصہ لیا جس کے ذریعہ نہ صرف ادب اسلامی کا تعارف ہوا بلکہ اس کی قدر و قیمت میں بھی اضافہ ہوا۔

۲۴ر اگست کو مغرب کے بعد (قاعۃ الملک عبد اللہ بن الشریف حسین للمحاضرات) میں حضرت مولانا مدظلہ العالی کا محاضرہ ہوا حضرت مولانا نے آیت کریمہ "إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ

"وَفَسَادٌ كَبِيرٌ" کی تفسیر بیان کرتے ہوئے دورِ حاضر اور اس کی فتنہ سامانیوں پر تنقید اور اسلامی عقیدہ و فکر کے آئینہ میں واضح اور اطمینان بخش حل پیش کیا۔ تقریر کے بعد سوال وجواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ آخر میں صدر جلسہ جناب عبدالسلام العبادی وزیر اوقاف نے علمانہ تبصرہ کیا۔ عشاء کی نماز کے بعد وزیر اوقاف کی جانب سے عشائیہ تھا جس میں اراکین مجلس امناء کے علاوہ اہم سربرآوردہ علمی وادبی شخصیتیں بھی مدعو تھیں۔ اس دوران وزیر موصوف نے بتایا کہ ہم وقت کی تنگی کی وجہ سے محاضرہ میں شرکت کے لئے عام دعوت نہ دے سکے اور نہ ہی دعوت نامہ چھپوا کر تقسیم کر سکے۔ تاہم پورا ہال بھرا ہوا تھا۔ اور ہال سے باہر سامعین کی ایک بڑی تعداد کھڑی ہوئی تھی۔

حضرت مولانا مدظلہ کے دوران قیام ہوٹل لوٹس میں اردن کی اہم شخصیتیں اور جماعتوں اور علمی وادبی مراکز کے سربراہ ملاقات کے لئے آتے رہے لائق ذکر جماعت اخوان المسلمین کے مراقب عام ایڈوکیٹ عبدالمجید ذنیبات، جماعت تبلیغ کے امیر شیخ ابو محمد، مؤسسۃ آل بیت کے سکریٹری ڈاکٹر ناصرالدین اسد، اردن یونیورسٹی یرموک یونیورسٹی، اور زرقاء یونیورسٹی کے اساتذہ وطلباء ہیں۔

اردن نہر اردن کا وہ مشرقی خطہ ہے جو عہد قدیم سے دیار شام کا علاقہ تھا اس میں گذشتہ اقوام ومذاہب کے آثار و کھنڈرات پائے جاتے ہیں۔ عمالقہ، سدوم اور اصحاب کہف کی بستیاں اسی خطہ میں تھیں، عمان سے بیت المقدس جانے والی سڑک پر بحر میت (جسے بحیرہ لوط کہتے ہیں) واقع ہے جو سدوم سے متصل ہے۔ شدید زلزلہ سے یہ بستی الٹ دی گئی اور جھیل بنا دی گئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا اسی بستی کے بارے میں ارشاد ہے۔

"وَإِنَّكُمْ لَتَمُرُّونَ عَلَيْهِم مُّصْبِحِينَ وَبِاللَّيْلِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ" (سورہ صٰفّٰت ۱۳۸)

اصحاب کہف کی وہ تاریخی پہاڑی اور غار عمان سے ۲۰ کیلو میٹر کے فاصلے پر ہے اس محلہ کا نام "ابوعلندہ" ہے، ۱۹۶۳ء میں جناب رفیق وفا الدجانی نے سارے آثار جمع کر کے ضروری معلومات کے ساتھ ایک کتبہ لگوا دیا ہے۔ حکومت اردن نے اس کی نگہداشت کے لئے ایک شعبہ قائم کر دیا ہے۔ ہم ۲۳ اگست کو اس کی زیارت کے لئے گئے۔ اس پہاڑی کے اردگرد چہار دیواری کھینچ دی گئی ہے۔ گیٹ میں داخل ہوتے ہی داہنی جانب (اصحاب کہف) کا بورڈ نظر آیا۔ آگے بوسیدہ وقدیم عمارتوں کے کھنڈرات کے درمیان کہنہ وبوسیدہ دروازہ سے ایک صحن میں نکلے، بالکل درمیان میں پہاڑ میں تراشا ہوا محراب نما دروازہ تھا۔ اس کے اندر داخل ہوئے تو بائیں جانب قریم میں قرآن مجید کے حوالہ سے اصحاب کہف کے حالات درج نظر آئے:

"إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا" (سورہ کہف ۱۰)

دو سیڑھیاں اتر کر ایک پرانی عمارت میں داخل ہوئے سامنے چھوٹا سا چبوترا ہے اور داہنے و بائیں ٹیلہ نما بلندی پر چار چار قبریں ہیں جس میں ایک کتے کی قبر بھی شامل ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے:- "وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ" (سورہ کہف ۱۸) چبوترہ پر کھڑے ہوتے ہی داہنی سمت دیوار میں وہ خلا نظر آتا ہے جس سے سورج کی شعاعیں طلوع وغروب کے وقت یمین وشمال کا رُخ اختیار کر کے تراجایا کرتی تھیں:-

"وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَت تَّزَاوَرُ عَن كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَت تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ مَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَن يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا" (سورہ کہف ۱۷)

اوپر مسجد کے آثار ہیں، عمارت بہت پرانی ہے۔ لیکن جگہ جگہ جدید مرمت کی گئی ہے۔ سامنے کے ستون میں کچھ نئے پتھر بھی نظر آئے آس پاس چٹانیں، کھنڈرات اور تاحد نظر چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں، ٹیلے ناہموار راستے اور ریگستان ہے۔ رومی عہد میں اس پورے خطہ کو "خلادلفیا" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا کہیں کہیں اس نام کے بورڈ بھی نظر آئے، عمان کے وسط میں رومی عہد کا اسٹیڈیم (مدرج) ہے اور چند ایک قدیم عمارتوں کے نشانات ہیں۔

عہد صدیقی وفاروقی میں یہ پورا علاقہ حلقہ بگوش اسلام ہوا جنگ یرموک فیصلہ کن تھی مرجھائے ہوئے پھول کھل اٹھے اور سوکھے ہوئے پتے ہرے ہو گئے اور ہر سو بہار آگئی بہت سارے اسلامی آثار ویادگاریں ہیں، عمان سے تھوڑے فاصلہ پر علاقہ غور میں امین امت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہما مدفون ہیں، جنوب عمان میں فاصلہ پر موتہ واقع ہے جہاں حضرت جعفر طیار، زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی قبریں ہیں۔

(جاری)

اسلام کا مستقبل روشن ہے

محمد شاھد ندوی بارہ بنکوی

اسلام دین فطرت ہے یہ دین امن وسلامتی کا دین ہے، یہ دین کسی عہد، علاقہ، قوم یا معاشرہ اور طبقہ کے لئے خاص نہیں۔ بلکہ یہ دین ساری دنیا کے انسانوں کے لئے پیام امن وہدایت ہے۔ اس میں انسانی فطرت کی مکمل رعایت کی گئی ہے، اور انسانی زندگی کے ہر ہر مرحلہ کے لئے پیدائش سے لے کر موت تک اس کے پاس ہدایت ورہنمائی موجود ہے، یہی وجہ ہے کہ آج ساری دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈہ کے باوجود لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں اور یہ دین تیز رفتاری کے ساتھ پھیل رہا ہے، اور لوگ ساری دنیا کے اندر خصوصاً مغربی ممالک میں حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ اس وقت مسلمانوں کو عیسائیت اور یہودیت کی طرف سے انتہائی ظلم وستم کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اور اسلام اور مسلمانوں کو نیست ونابود کرنے کی سازشیں رچی جا رہی ہیں، اور لاکھوں عیسائی مشنریز کھربوں ڈالر مسلمانوں کے دین وایمان کو مٹانے کے لئے صرف کر رہی ہیں عالمی ذرائع ابلاغ اور میڈیا پر بھی اسلام کے خلاف زہر افشانی کی جا رہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اسلام کا دائرہ بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ امریکہ جو اس وقت اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا اور کھلا ہوا دشمن ہے وہاں پر بھی لوگ برابر عیسائیت اور یہودیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کر رہے ہیں۔ اور اب خود حکومت کا نقطۂ نظر بھی اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں بدلتا نظر آرہا ہے۔ وہ اسلام اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی مقبولیت پر غور کر رہی ہے۔

ایک اطلاع کے مطابق امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد ساٹھ لاکھ ہے، اور امریکی مسلمانوں میں ہر سال اوسطاً ایک لاکھ پینتیس ہزار کا اضافہ ہو رہا ہے، جن میں خواتین کی ایک خاص تعداد ہوتی ہے۔

ڈینیا بلیک امریکن انڈین خاتون نے ابھی حال ہی میں اسلام قبول کیا ہے دیگر اسلام قبول کرنے والوں کی طرح ڈینی بلیک نے بھی مذاہب کی تحقیق کی۔ اور وہ کئی مذہبی گروپوں کی ممبر بھی رہ چکی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے اپنی مذہبی زندگی کا آغاز کیتھولک (عیسائی مذہب) سے کیا، اس کے بعد میں نے بدھ مت قبول کیا، پھر میں PENE-COSTAL تحریک میں شریک ہو گئی لیکن سچائی اور امن کی تلاش وجستجو کے سلسلہ میں مجھے کسی مذہب میں بھی اطمینان حاصل نہیں ہوا۔ کرب وبے چینی کے اسی عالم میں اسلام کا مطالعہ کرنا شروع کیا تو قلب وذہن اسلام کی طرف سے منشرح ہو گیا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے مجھے سچا راستہ دکھا دیا اور مارچ ۱۹۹۶ء میں میں نے اسلام قبول کر لیا۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد میرے شوہر بھی مسلمان ہو گئے، اور اب میں دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دے رہی ہوں، اور لوگ اسلام کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اور حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں۔ (تلخیص بیدار ڈائجسٹ مئی ۱۹۹۹ء)

امریکہ کی ایک نومسلم خاتون "امینہ اسلمی" ہیں جن کا تعلق "کولوراڈو" امریکی ریاست سے ہے، انھوں نے ۱۹۹۰ء میں سعودی عرب کے ایک طالب کی دعوت وتبلیغ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا، محترمہ اس وقت امریکہ میں "عالمی اتحاد برائے مسلم خواتین" کی سربراہ ہیں۔ دعوت وتبلیغ کا کام بڑی جدوجہد کے ساتھ برابر کر رہی ہیں، امریکیوں کو مختلف موضوعات پر لیکچر دینے کے لئے بروقت متحرک ومستعد رہتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے محترمہ کو مؤثر اسلوب خطابت سے بھی نوازا ہے ایک سوال کے جواب میں انھوں نے بتایا کہ انھیں تیس ہزار افراد کے ذاتی خطوط موصول ہو چکے ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ ان افراد نے محترمہ کی دعوت وتبلیغ کے ذریعہ اسلام قبول کر لیا ہے۔

ایک اور خاتون سلمیٰ فریدمان نے قبول اسلام کے بعد "ڈالیلاگ سوسائٹی فار رنگ مسلم جنریشن" بنائی ہے۔ ریاست ورجنیا اور دیگر ریاستوں میں جدید مسلم نسل کے ساتھ ان کا خصوصی رابطہ ہے، اور وہ وہاں دعوت وتبلیغ کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دے رہی ہیں۔

واشنگٹن کی امریکی یونیورسٹی کی ایک طالبہ نیکولا بالیوان نے اسلام قبول کرنے کے بعد جنوبی امریکہ کی لاطینی الاصل امریکی مسلم خواتین کے ساتھ مل کر "لاطینی امریکی مسلم خواتین سوسائٹی" قائم کی ہے، یہ سوسائٹی بنیادی طور پر ہسپانوی زبان بولنے والوں میں اسلام کی تبلیغ کرتی ہے جس کے ذریعہ اسلام کو بڑی تقویت پہونچ رہی ہے۔

واضح ہو کہ امریکہ میں بہت سی ایسی باہمت فعال اور متحرک خواتین ہیں جنھوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی زندگیاں دعوت وتبلیغ اسلام

کے لئے وقف کردی ہیں، اور امریکہ میں اسلام کے فروغ کے لئے مصروف عمل رہتی ہیں۔

ستمبر ۱۹۹۶ء میں ایک لیکچر میں نومسلمہ (سابق امریکی اداکارہ) روفیل نابریز اور امینہ اسلمی نے شرکت کی، اس لیکچر کا موضوع "تعدد ازدواج" تھا۔ محترمہ امینہ اسلمی نے اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اسلام میں تعدد ازدواج کا نظام مرد کے فائدے کے لئے نہیں ہے بلکہ عورت کے مفاد میں ہے، عام حالات میں ایک مرد کے لئے ایک عورت کافی نہیں ہوتی ہے لیکن اگر شادی کے بغیر رہے تو اس کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے، اسی طرح بیوہ ہونے کی صورت میں عورت کے لئے اپنے بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کا فریضہ تنہا ادا کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے، بلکہ خود اپنی گذر اوقات کے لئے بھی وہ دوسروں کی دست نگر ہوتی ہے۔ اور اس کو کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس لئے اسلام نے دوسری شادی کرنے کی اجازت دی ہے، گویا اسلام کے حکم کے مطابق ایک مرد کے لئے ایک سے زیادہ (صرف چار) عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت کا فائدہ عورتوں کو ہے۔

روفیل نابریز نے اپنے لیکچر میں کہا کہ میں نے قرآن کریم کے مطالعہ کے بعد جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے لئے ایک ہی بیوی بنائی تھی۔ لہٰذا شادی میں اصل مثالی صورت یہی ہے کہ ایک خاوند کے لئے ایک بیوی ہو، لیکن اللہ تعالیٰ نے معاشرے کی ضروریات کے پیش نظر عورتوں کے مفاد میں مرد کو ایک سے زیادہ (چار) بیویوں سے شادی کرنے کی اجازت دی ہے، مگر یہ اجازت مرد کی ضرورت کے لئے نہیں بلکہ عورت کے فائدہ اور سہولت کی خاطر دی ہے۔

(تلخیص المنبر فیصل آباد پاکستان اپریل ۱۹۹۹ء)

اس وقت امریکی خواتین میں قبول اسلام کے قوی رجحانات پائے جارہے ہیں، جس کی وجہ سے مغربی میڈیا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف منظم سازش کے تحت مہم چلا رہی ہے، اس کے باوجود اسلام امریکہ میں تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے، اور اس کے پھیلاؤ میں بنیادی کردار نومسلم خواتین کا ہے، یہ نومسلم خواتین اخلاص و للہیت کے ساتھ اسلام کی نشر و اشاعت میں مسلسل جدوجہد کر رہی ہیں۔

پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

مذہب عیسائی کے مناظر اور پادری ٹمسن مینو TIMSON MANENO نے ۲۳ اکتوبر ۱۹۹۸ء کو جامع لیتوانیا (کینیا) میں متعدد مسلم علماء اور ائمہ کی موجودگی میں کلمہ شہادت کا اقرار کر یا ان کا اسلامی نام اسحاق رکھا گیا، ان کے اسلام لانے سے کینیا کے مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

قبول اسلام کے بعد نومسلم اسحاق مولانا سراج الدین ندوی کے پاس "اکینی" جہاں نو ہدایت یافتہ مسلمانوں کا تربیتی مرکز دارالاقامہ ہے آئے، اور قبول اسلام کا فارم بھرا اس طرح ان کا قبول اسلام رجسٹرڈ ہو گیا۔

نومسلم اسحاق کی پیدائش ۱۹۵۲ء میں ضلع لامو کینیا میں ہوئی تھی، ان کے ماں باپ دونوں نصرانی تھے۔ انھوں نے لاموہی میں ابتدائی تعلیم حاصل کی پھر مباسا میں ایک عیسائی جامعہ میں یونیورسٹی سطح تک کی ڈگری حاصل کی، اس کے بعد افریقی گرجاؤں کے لئے ان کو پادری مقرر کر دیا گیا انھوں نے گرجاؤں کے تعلق سے ایک ایڈوانس ڈپلوما بھی حاصل کیا، کینیا میں تقریباً ۳۲ گرجاؤں کے سربراہ مقرر ہوئے۔ مزید مالی امور کے بھی وہ نگراں تھے۔

لیکن آج وہ مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں، اور اسلام اور مسلمانوں کے لئے اچھے جذبات رکھتے ہیں۔ (دعوت و عزیمت دہلی مئی ۱۹۹۹ء)

سال گذشتہ ۱۹۹۸ء میں ابوظہبی میں تین ہزار تین سو تین افراد مسلمان ہوئے۔ ان نومسلم افراد نے شرعی عدالتوں میں جاکر اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ جن میں فلپائن کے ایک سو پندرہ ۱۱۵ ہندوستان کے ستر، سری لنکا کے چھتیس، چین کے اٹھارہ، ایتھوپیا کے دس، امریکہ کے نو، برطانیہ کے آٹھ، لبنان کے سات افراد شامل ہیں، بقیہ افراد کا تعلق مختلف ممالک سے ہے۔

بحرین میں سال گذشتہ ایمان لانے والوں کی تعداد ستر ہے جن میں چھ مرد اور گیارہ خواتین ہیں۔ اسی طرح جاپان میں ایک اعداد و شمار کے مطابق روزانہ تقریباً پچاس افراد اپنے کو اسلام سے منسلک ہونے کا اعلان کرتے ہیں، جن میں ہر ماہ تین سو اشخاص حلقہ بگوش اسلام ہوتے ہیں۔

(ماہنامہ ہدایت جے پور ۱۹۹۹ء)

ابھی حال ہی میں برطانیہ کی ایک جیل "سولیفین ہول" کے تیس نوجوان قیدی ائمہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ گذشتہ چند سالوں سے امریکہ اور برطانیہ کی جیلوں میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں بہت تیزی کے ساتھ اضافہ ہو رہا ہے، اس میں جہاں اسلامی جماعتوں، داعیوں اور مصلحین کا بڑا دخل ہے وہیں اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ نومسلم افراد اسلام کی پاکیزہ تعلیمات خصوصاً اسلام کا نظام عدل و انصاف اخوت و مساوات سے بھی بہت متاثر ہیں، اور اسلام میں وہ اپنی روحانی تسکین و اطمینان کا سامان پاتے ہیں۔

مغربی ذرائع ابلاغ اور یہود و نصاریٰ کے سرپرستوں کو اس بات کا یقین ہے کہ اسلامی

تعلیمات، اور قرآن و سنت کے مطلوبہ نظام حیات کی فطرت اپنے اندر روحانی انقلاب رکھتی ہے، اگر اس حقیقت سے انسانیت آشنا ہو گئی تو پھر ان کا بنایا کھیل ختم ہو جائے گا، مگر اسلام ہے کہ پھیلتا چلا جارہا ہے، وہ یہ نہیں سمجھتے کہ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے کہ وہ اپنے نور کو درجہ کمال تک پہونچا کر رہے گا۔ گو کفار و مشرکین کیسے ہی ناخوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ" یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور (اسلام) کو اپنے منہ سے پھونک مار کر بجھادیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو کمال تک پہونچا کر رہے گا۔ اگرچہ کافر لوگ کیسے ہی ناخوش ہوں۔ (سورہ صف)

یہی وجہ ہے کہ اسلام کو جتنا صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوشش کی جاتی ہے وہ اتنا ہی پھیلتا پھولتا چلا جاتا ہے، اور اس کی سرسبزی شادابی اور زرخیزی میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، اس وقت میڈیا اپنی پوری طاقت کے ساتھ مسلمانوں پر نفسیاتی اٹر ڈال کر ان کو پست ہمت کر دینا چاہتا ہے۔ مسلمانوں کو اس چال سے باخبر رہتے ہوئے اپنی پوری خصوصیات کے ساتھ آگے قدم بڑھاتے رہنا چاہئے اوپر جو تفصیلات قوموں کے اسلام کی طرف راغب ہونے اور اس کو قبول کرنے کی بیان کی گئی ہیں وہ اس بات کی کھلی ہوئی دلیل اور ثبوت ہیں کہ مغربی تہذیب نے انسانیت کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے سکون و چین چھن گیا ہے خاندانی نظام بکھر کر رہ گیا ہے اور اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب میں یہ صلاحیت نہیں کہ وہ بے چین روحوں کے لئے سکون کا سامان بن سکے لہٰذا مسلمانوں کو پرامید رہنے، اپنے تشخصات کو باقی رکھنے کی فکر رکھنی چاہئے نہ یہ کہ میڈیا کے پروپگنڈے سے وہ پست ہمتی کا شکار ہوں واللہ ولی التوفیق۔

بقیہ: فقہی سیمینار

مولانا محمد سجادؒ کی زندگی کے مختلف گوشوں اور کارناموں کو اجاگر کیا۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم ناظم ندوۃ العلماء مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی معتمد تعلیمات ندوۃ العلماء اور مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء اگرچہ بہ نفس نفیس شریک نہیں ہو سکے لیکن سیمینار کے لئے لکھے گئے ان کے وقیع مقالات سیمینار میں پڑھ کر سنائے گئے، سبیل السلام حیدرآباد کے بانی و ناظم جناب مولانا رضوان القاسمی صاحب نے حضرت مولانا دامت برکاتہم کا مقالہ پڑھکر سنایا۔

ڈاکٹر محمد محسن عثمانی صاحب ندوی (دہلی)۔۔۔ پروفیسر عبدالباری صاحب (علی گڑھ) مفتی جنید عالم صاحب ندوی۔ مولانا محمد ولی رحمانی صاحب، مولانا ابوالکلام صاحب قاسمی مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی (لکھنؤ)۔ پروفیسر نثار احمد صاحب فاروقی پروفیسر عبدالغنی صاحب (دربھنگہ)۔ مولانا اسرارالحق صاحب قاسمی، مولانا بدرالحسن صاحب قاسمی، پروفیسر عبدالباری صاحب سبحانی، مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی، مولانا محمد اسلم صاحب قاسمی، مولانا رضوان القاسمی صاحب، مولانا رضوان احمد صاحب ندوی، پروفیسر ظفر احمد پیامی اور مولانا احمد علی صاحب قاسمی کے علاوہ بہت سے اہل قلم نے مقالات پیش کئے۔ یہ تمام مقالات کتابی شکل میں شائع کئے جائیں گے۔

پروفیسر نثار احمد صاحب فاروقی اور پروفیسر عبدالباری صاحب سلطانپوری نے اس موقع پر دو تجاویز پیش کیں، ایک یہ کہ مولانا ابوالمحاسن سجادؒ یادگاری خطبہ کے عنوان سے سال میں ایک بار کسی اہم شخصیت کو خطبہ دینے کے لئے مدعو کیا جائے اور اس کی اشاعت کا انتظام کیا جائے، دوسری یہ کہ مولانا محمد سجادؒ کی خدمات و افکار کیلئے ایک تحقیقی مرکز قائم کیا جائے ان دونوں تجویزوں کو باتفاق رائے منظور کیا گیا۔

اس موقع پر قاضی مجاہدالاسلام صاحب قاسمی کی شہرۂ آفاق کتاب "اسلامی عدالت" کے عربی ایڈیشن "نظام القضاء الاسلامی" کے علاوہ اسلامک فقہ اکیڈمی کے دو اہم مجلات اوقاف اور حج و عمرہ کی رسم اجراء بھی عمل میں آئی۔

اعلان

ندوۃ العلماء میں اردو اور عربی سے انگریزی میں ترجمہ کرنے والے حضرات کے تعاون کی ضرورت ہے جس کے لیے مناسب اکرامیہ بھی دیا جائے گا۔

اس کار خیر میں جو حضرات مدد کر سکیں وہ براہ مہربانی مندرجہ ذیل پتہ پر رابطہ قائم کریں، تاکہ ان سے یہ تعاون لیا جاسکے۔

ایڈیٹر تعمیر حیات
ندوۃ العلماء لکھنؤ

پٹنہ میں گیارہویں فقہی سیمینار

کے معاً بعد

مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ پر بھی سیمینار ہوا

رپورٹ: آفتاب عالم ندوی

اسلامک فقہ اکیڈمی کا گیارہواں فقہی سیمینار کفالت، ولایت اور احادیث ضعیفہ کے موضوع پر امارت شرعیہ بہار واڑیسہ کے تعاون سے پھلواری شریف پٹنہ میں ۱۷، ۱۸، ۱۹ اپریل ۱۹۹۹ء کو منعقد ہوا جس میں دمشق شام کے مشہور فقیہہ ومصنف شیخ وھبہ زحیلی صاحب، پاکستان کے معروف عالم دین اور جسٹس مولانا محمد تقی ..... عثمانی صاحب، مولانا سید محمد نظام الدین صاحب (ایسر شریعت بہار واڑیسہ) مولانا محمد سالم صاحب قاسمی (دیوبند) مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی مولانا سید سلمان الحسینی ندوی صاحب، مولانا شفیق الرحمان ندوی صاحب، مولانا عتیق احمد صاحب بستوی، مولانا ظفر عالم صاحب ندوی (لکھنؤ) مولانا بدرالحسن صاحب قاسمی (کویت) مولانا یعقوب اسماعیل صاحب (برطانیہ) مولانا وقار احمد صاحب (سہارنپور) مولانا رضوان صاحب قاسمی مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی (حیدرآباد) مولانا عبید اللہ صاحب اسعدی (باندہ) جناب کاکا سعید صاحب (عمرآباد) مولانا مبارک حسین صاحب ندوی (نیپال) مولانا یاقر حسین صاحب قاسمی (بستی) مولانا نجیب اللہ صاحب ندوی (اعظم گڑھ) مفتی محمد اشرف صاحب، مولانا سید مصطفیٰ رفاعی صاحب ندوی (بنگلور) وغیرہ شریک ہوئے۔

مولانا سید محمد نظام الدین صاحب اور اکیڈمی کے بانی قاضی مجاہدالاسلام قاسمی صاحب کی سرپرستی میں سیمینار کی متعدد نشستیں منعقد ہوئیں جن میں سیمینار کے پہلے سے متعین کردہ موضوعات پر شرکاء کے لکھے ہوئے مقالات کی تلخیص پیش کی گئی اور بحث ومباحثہ اور مناقشے ہوئے۔

آخری دن مولانا سید محمد نظام الدین صاحب کی صدارت میں اختتامی اجلاس منعقد ہوا جس میں کفالت، احادیث ضعیفہ، اور ولایت سے متعلق تجاویز پیش کی گئیں، کفالت سے متعلق ایک تجویز میں کہا گیا کہ اسلام نے تمام بنی نوع انسان کو یکساں تسلیم کرکے ہر ایک کو برابر کے حقوق دیئے ہیں، اس لئے کسی کو ذات برادری کی بنیاد پر حقیر سمجھنا، نسب ونسل اور زبان پر فخر کرنا اسلامی تعلیمات کی صریح خلاف ورزی ہے۔

میاں بیوی کے درمیان فکر وخیال، طرز معاشرت، دینداری وغیرہ میں یکسانیت یا قربت ہونے کی صورت میں اس کی زیادہ امید ہوتی ہے کہ دونوں کی ازدواجی زندگی خوشگوار گزرے اور رشتۂ نکاح مستحکم ہو۔ اس لئے نکاح میں شریعت نے کفالت کی رعایت کی ہے

اجلاس کی کارروائی مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی، مولانا عتیق احمد صاحب بستوی اور مولانا عبید اللہ صاحب اسعدی نے چلائی قاضی مجاہدالاسلام صاحب قاسمی بھی اپنی علالت کے باوجود تمام جلسوں میں برابر شریک رہے اور بحث میں حصہ لیتے رہے، واضح ہو کہ یہ سیمینار ندوۃ العلماء میں ہونے والا تھا۔ لیکن حضرت مولانا دامت برکاتہم کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے امارت شرعیہ پٹنہ میں ہوا۔

اسلامک بینک کاری پر محاضرہ

مفسر قرآن مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نامور فرزند اور معروف عالم دین مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے امارت شرعیہ کے المعہد العالی للتدریب والقضاء میں اسلامک بینکنگ پر محاضرہ دیتے ہوئے فرمایا کہ عالمی معیشت کے بحران کا واحد حل اسلامک بینکنگ ہے، اس وقت پوری دنیا میں یہود یوں کی طرف سے سودی نظام معیشت مسلط ہے اس میں صرف سرمایہ داروں کا فائدہ ہوتا ہے، جبکہ اسلامی بنیادوں پر قائم کئے جانے والے مالیاتی اداروں سے ہر طبقہ کو فائدہ پہنچتا ہے۔

محاضرہ کے بعد مولانا خلید عالم ندوی نے المعہد العالی کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی۔

بانی امارت شرعیہ مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کی خدمات پر سیمینار۔

امارت شرعیہ بہار واڑیسہ کے بانی مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ علیہ الرحمہ کی دینی خدمات پر ۲۰، ۲۱ اپریل ۱۹۹۹ء کو امارت شرعیہ میں دو روزہ کل ہند سیمینار منعقد ہوا۔ سیمینار میں بڑی تعداد میں اہل قلم، محققین علماء اُدباء شریک ہوئے۔ اور مقالات کے ذریعہ

باقی ص ۲۷ پر

مطالعہ کی میز پر

تبصرے کیلئے ۴ کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب: تاریخ فکر اسلامی
مصنف: پروفیسر محمد اجتباء ندوی
صفحات: ۳۶۵، سائز: ۱۸×۲۲/۸
قیمت: ۱۱۰ روپے
ملنے کا پتہ: مکتبہ ندویہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

اسلامی تاریخ کا یہ طرۂ امتیاز بلکہ قابل فخر معجزہ ہے کہ ہر زمانہ اور ہر عہد میں مجاہدین فی سبیل اللہ، مجتہدین فی الدین والعلم، مجددین ومحققین، عارفین وکاملین، مصلحین ومصنفین پیدا ہوتے رہے ہیں جنھوں نے اپنی علمی دعوتی فقہی، ادبی، اصلاحی اور عملی فکر وبصیرت جد وجہد اور توفیق الٰہی سے احیائے دین، اعلائے کلمۃ الحق اور قرآن وسنت کی ترجمانی، توضیح وتشریح، تصحیح تصویب وتقویم کا شاندار فریضہ انجام دیا، اور اسلام کے لافانی پیغام کی دعوت واشاعت میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ ایسے باکمال مجددین ومصلحین، مصنفین ومحققین علمائے راسخین اور خادمین علم ودین کی سیرت وسوانح، تعارفی کتابیں اور ایمان افروز حالات وواقعات کا مطالعہ انسانوں کی ہدایت وتربیت اور ان کی اصلاح وسیرت سازی کا ایک بڑا اہم ذریعہ اور قیمتی سرمایہ ہے۔ جس سے ہر دور میں ذوق وشوق کے ساتھ استفادہ کیا جاتا رہا ہے۔

زیر نظر کتاب "تاریخ فکر اسلامی" فکر اسلامی کی کوئی مرتب تاریخ نہیں بلکہ مختلف مناسبتوں سے لکھے جانے والے اس موضوع کے مقالات ہیں جو کتابی شکل میں شائع ہوئے ہیں اور جن کو تاریخ فکر اسلامی کی ایک اہم کڑی کہا جاسکتا ہے۔ کتاب میں عرب وعجم کے بلند پایہ مجددین، محققین، علماء وفقہاء اور داعیان دین کی علمی وروحانی سیرت اور شخصیت پر پچاس مقالات ومضامین پروفیسر محمد اجتباء ندوی صاحب نے تفصیل کے ساتھ لکھ کر ایک بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ جن میں حضرت علیؓ، حضرت جعفر صادقؒ، حضرت حسن بصریؒ، حضرت ابوالحسن اشعریؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ، امام غزالیؒ، علامہ ابن تیمیہؒ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ، محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ، سید احمد شہیدؒ، مولانا اسماعیل شہیدؒ مولانا فضل حق خیرآبادیؒ، نواب صدیق حسن خانؒ سید جمال الدین افغانیؒ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا محمد علی مونگیریؒ علامہ شبلی نعمانیؒ، مولانا حکیم سید عبدالحی حسنیؒ امام حسن البنا شہیدؒ، ڈاکٹر مصطفیٰ السباعیؒ اور شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ قابل ذکر ہیں۔

یہ مقالات مختلف اوقات ومواقع پر تحریر کئے گئے، ان میں کچھ تو اخبارات ورسائل میں شائع بھی ہوئے اور کچھ وہ محاضرات (لیکچرز) ہیں جو کلیۃ الدعوۃ والفکر الاسلامی امام ولی اللہ اسلامی یونیورسٹی کے طلبہ کو دیئے گئے، جنھیں مختصر کرکے کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔

یہ علمی، تاریخی، ادبی اور سوانحی مقالات مختصر سادہ عام فہم اور ہلکے پھلکے اسلوب وانداز میں دیدہ زیب ٹائیٹل اور عمدہ طباعت وکمپوزنگ کے ساتھ "تاریخ فکر اسلامی" کی شکل میں منصہ شہود پر آگئے ہیں۔

کتاب میں چودہ سو سال کی علمی ودعوتی تاریخ کا احاطہ تو مشکل ہے لیکن بہت سی ان اہم اور نمایاں شخصیتوں کا ذکر آگیا ہے جنھوں نے اپنے اپنے عہد کے حالات کے پیش نظر دین کی دعوت وتبلیغ کا کام انجام دیا، اور باطل افکار ونظریات پر سے پردہ اٹھایا۔

یہ کتاب دعوت اسلامی کی تاریخ کو جاننے اور بالخصوص بیسویں صدی کے فتنوں سے آگاہ کرنے اور علماء عصر نے ان کا جس طرح مقابلہ کیا اس سے واقف ہونے کا اچھا ذریعہ ہے جس سے جدید تعلیم یافتہ مسلم نوجوانوں اور خود علماء، مدارس وطلباء علوم دینیہ کو عصر حاضر کے فتنوں کو سمجھنے میں بڑی مدد ملے گی۔

ہمیں امید ہے کہ اس کتاب سے دینی، ادبی، فکری اور علمی حلقوں میں پورا فائدہ اٹھایا جائے گا۔

دعائے مغفرت

● دارالعلوم ندوۃ العلماء کے طالب علم کے والد محترم محمد صدیق خاں رامپوری کا ۲۱ اپریل ۱۹۹۹ء کو حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال ہوگیا۔

● تعمیر حیات کے قدرداں سید مسعود اختر بھوپالی کا ۱۸ اپریل ۱۹۹۹ء کو انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

احسانِ خداوندی

وصف الرحمٰن واصف نظامی

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی شفایابی پر اظہار مسرت

خدا نے غموں سے فراغت عطا کی
قلوب فسردہ کو راحت عطا کی

جو دل غم سے بیتابیوں میں گھرے تھے
سکوں ان کو بخشا مسرت عطا کی

دعائیں جو دن رات کی جا رہی تھیں
اجابت کی ان کو سعادت عطا کی

جو روئے تھے کیسے کا پردہ پکڑ کر
خدا نے سنی ان کی راحت عطا کی

اداسی سی "ندوہ" پہ چھائی ہوئی تھی
اسے خلد کی پھر لطافت عطا کی

مرض سے جو ماؤف اعضاء ہوئے تھے
ہے اس کا کرم پھر سے قوت عطا کی

نکاح اور تقریر کا لطف پایا
مٹھائی بھی حضرت نے عشرت عطا کی

ہے رہوارِ خامہ بھی جولانیوں پر
وہ پہلی سی شانِ خطابت عطا کی

یہ امت پہ ہے بیکراں اس کا احساں
خدا نے جو حضرت کو صحت عطا کی

رہیں یوں ہی حضرت بصحت سلامت
کہ جس طرح اب حق نے رحمت عطا کی

اک عرصہ سے محروم آنکھیں تھیں واصف
خدا نے ہمیں اب زیارت عطا کی

دعائے صحت

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی کے خصوصی معالج جناب ڈاکٹر نظر احمد صاحب کو ادھر کچھ عرصہ سے دل میں تکلیف محسوس ہو رہی تھی تاہم اس حال میں وہ حضرت مولانا مدظلہ کے علاج کے سلسلہ میں برابر صبح و شام آتے رہے اور دیکھتے رہے، ان کے دل کی تکلیف برابر بڑھتی ہی گئی آخر مجبور ہو کر دہلی جا کر بائی پاس آپریشن کرانا پڑا۔ خدا کا شکر ہے آپریشن کامیاب رہا اب ٹانکے بھی کٹ گئے ہیں۔ قارئین کرام سے گذارش ہے کہ ان کے لئے مکمل صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

ڈاکٹر صاحب کے دہلی جانے کے بعد ڈاکٹر عبدالمعبود صاحب "گرین کراس" میڈیکل سنٹر اور ڈاکٹر کرنل شمسی صاحب اہتمام کے ساتھ حضرت مولانا کو روزانہ آکر دیکھتے رہے اور تیمارداروں کو ضروری ہدایات دیتے رہے۔

ڈاکٹر عبدالمعبود صاحب نے حضرت مولانا کی شدید علالت کے زمانہ میں بھی بڑی فکر و توجہ فرمائی اپنے کپاؤنڈر راشد سلر کو ۲۴ گھنٹے حضرت کی خدمت میں موجود رہنے پر مامور کیا ایمرجنسی کے لئے آکسیجن مشین وغیرہ بھی لاکر رکھ دی تھی اور خود بھی برابر صبح شام آتے رہے اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ العالی کی
ایک شاہکار کتاب

دعوت فکر و عمل

ملک و ملت کے ہر بہی خواہ کو ایک آواز
مغرب زدہ سوسائٹی میں ہمہ گیر و مکمل انقلاب کی ضرورت ہے اور یہی انقلاب وہ پائدار اساس ہے
جس پر
اسلامی زندگی کا محل تعمیر کیا جا سکتا ہے

معیاری کتابت، عمدہ طباعت، خوبصورت سرورق، مجلد، صفحات ۲۳۱۔ قیمت ۱۰/- روپے

ناشر:- مجلس تحقیقات و نشریات اسلام پوسٹ بکس ۱۱۹ ندوۃ العلماء، لکھنؤ
ملنے کا پتہ: ندوی بک ڈپو دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

نلگنڈا (آندھرا پردیش) میں
تعمیر حیات
حاصل کریں
جناب ابن غوری صاحب (ایم۔اے)
رحمٰن باغ۔ نلگنڈا۔ A.P. 508001

غافل اپنی خودی پہچان

مولانا اشرف علی تھانوی

اسلام کی حفاظت ایک تو اندرونی ہوتی ہے ایک بیرونی، ان میں اہم پہلی ہے اگر ہم اس کا اہتمام کرلیں تو غیر لوگ خود پست ہو جائیں گے اس کے غیر صرف دوسری قسم میں کوشش کرنا ایسا ہے جیسے اپنے پاس ہتھیار نہیں، خزانہ نہیں، پھر دشمن کا مقابلہ کریں، میں تلوار، بندوق، توپ، کمان کو ہتھیار نہیں کہتا، بلکہ ہتھیار سے مراد یہ ہے کہ ہمارے پاس اعمال نہیں، ہمارے اعمال، اخلاق، معاشرت بالکل گندے ہیں، اگر ہمارے یہ ہتھیار تیز ہوں تو دوسرا کبھی حملہ نہ کر سکے اس کو لڑنے کی ہمت ہی نہ ہوگی، خدا کی قسم اگر ہمارا کردار اچھا ہوتا اور اعمال ٹھیک ہوتے تو کسی کو کبھی ہمت بھی نہ ہوتی کہ کسی مسلمان کی طرف نظر اٹھائے۔

اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اس کی تم کو زیادہ ضرورت نہیں کہ کسی سے لڑو بھڑو اس کی طرف التفات ہی نہ کرو۔ ہاں تم ایسے بن جاؤ کہ ان کو تمہارے مقابلہ کی ہمت ہی نہ رہے۔ اگر تم اپنے اعمال ٹھیک کر لوگے، شریعت کے پورے متبع ہو جاؤ گے، معاشرت، معاملات اور اخلاق درست کر لوگے تو وہ کسی مسلمان کو تو کیا مرتد بنانے ادھر رخ کرنے کی ہمت بھی نہ ہوگی، غرض پہلے اندرونی محافظت کرو، اس کی زیادہ ضرورت ہے، خارجی تدابیر کی زیادہ ضرورت نہیں۔

اہل اسلام کے لئے تو وہی تدابیر نافع ہوں گی، جو اسلام کے مناسب ہیں، وہ تدبیریں یہ ہیں جو اللہ میاں نے بیان فرمائی ہیں کہ اپنی اصلاح کرو، اخلاق درست کرو، عقائد و اعمال کو سنوارو۔

اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ دوسرے کو تمہارے بہکانے کی طمع نہ ہوگی، دست درازی کی ہمت نہ ہوگی، یہ تو اپنا ذاتی فائدہ ہے، آگے دوسرا درجہ اشاعت اسلام کا ہے، اس سے بھی اس میں کامیابی ہوگی کیونکہ اسلام کا حسن ایسا ہے کہ دوسروں کے دل کو بھی کھینچتا ہے اگر تمہارے اندر اسلام کے پورے اوصاف پائے جائیں گے تو دوسری قومیں خود ہی اس کے اندر آجائیں گی۔ زیادہ بولنے کی بھی ضرورت نہ رہے گی۔

اسلام کو ظاہری تدبیروں کی ضرورت نہیں اس کی قوت بہت کامل ہے کسی کے دھوکہ کی اس کو پرواہ نہیں اس کی ادائیں ہی ایسی دلکش ہیں کہ قلوب کو کھینچ لیتی ہیں، اس کے محاسن (خوبیاں) کو دیکھ کر خود بخود مسلمان ہوتے رہے، کسی نے زور زبردستی نہیں کی، جبر کی اس میں گنجائش ہی کہاں ہے، ہر کافر تقیہ کر کے (یعنی بچنے کے واسطے ظاہری طور پر) کلمہ پڑھ کر قتل سے بچ سکتا ہے، اور پھر قدرت کے وقت اپنے سابق مذہب پر لوٹ سکتا ہے آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ جن لوگوں کے بقول لوگوں نے جبراً اسلام قبول کیا تھا وہ ساری عمر اس جبر کے پابند کیوں ہو گئے، موقع پاکر آزاد ہو کر پھر اپنے پہلے مذہب پر کیوں نہ چلے گئے، کچھ نہیں یہ محض خیال ہی خیال ہے درحقیقت اسلام کا حسن ہی ایسا ہے کہ اس کی جھلک دیکھنے کے بعد نہ مانا دشوار ہے۔

(اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے)

وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا اَمْثَالَكُمْ

اور اللہ تعالیٰ تو کسی کا محتاج نہیں اور تم سب محتاج ہو، اور اگر تم روگردانی کروگے تو خدا تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کرے گا، پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔ (بیان القرآن ص۱۳۲۲)

حاصل یہ کہ اگر تم (دین کی خدمت کروگے) اس سے بے توجہی کروگے، تو خدا تعالیٰ تمہارے بدلے دوسری قوم کو پیدا کر دیں گے، جو کہ دین کی خدمت کرے گی۔

اب اگر کسی کو شبہ ہو کہ دوسری قوم کہاں سے پیدا ہوگی تو اس کا جواب یہ ہے کہ روزانہ یہ سلسلہ مخلوق میں جاری ہے (اور اب تو ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ) اس وقت جو لوگ مسلمان ہیں وہ اسلام کے احکامات اور تعلیمات کو چھوڑ چھوڑ کر دور ہو رہے ہیں اور غیر مسلم لوگ اسلام کی خوبیوں کی وجہ سے اس کی طرف متوجہ ہوتے چلے جا رہے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس دن کی تمہید ہے جس دن کہ تعجب نہیں کہ ایسے مسلمان اسلام سے خارج ہو جائیں اور ایسے غیر مسلم مسلمان ہو جائیں اور اگر مسلمانوں کو اس کا خیال ہے کہ یہ روز بد نہ دیکھنا پڑے تو سنبھلو، اور کام میں مشغول ہو جاؤ۔

اسلام کو ظاہری قوت کی ضرورت نہیں۔ اسلام روپیہ پیسہ کا محتاج نہیں۔ اسلام کی ترقی و اشاعت کے لئے صرف دو چیزوں کی ضرورت ہے، ایک یہ کہ ہر شخص اپنے اعمال کو ٹھیک کر کے پورا پورا متبع شریعت بن جائے۔ اور اعمال میں آپسی اتحاد و اتفاق کا نمونہ بھی بن جائے۔ دوسرے یہ کہ غیر قوموں کے کانوں میں اسلام کی خوبیاں ڈالتا رہے۔ لڑائی جھگڑا نہ کرے۔ نرمی سے ان کو سمجھاتا رہے۔

(الاتمام لنعمۃ الاسلام ص۶۹)

(مذہب و سیاست)